ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار۔ اور جماعت احمدیہ کی ترقیات وروشن مستقبل

(از سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ)

(اس مضمون کا یہ عنوان خاکسار نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقاریر وخطابات سے اخذ کیا ہے۔)

(قسط اول)

مذاہب عالم کی تاریخ کے سرسری مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی مرسل، کوئی مامور من اللہ، کوئی ہادی کوئی مصلح، کوئی راہنما، کوئی نبی لوگوں کی ہدایت کے لیے آیا تو اس کی زبردست مخالفت کی گئی، اسے اور اس کے ماننے والوں کو ابتلاؤں کی بھٹی سے گزرنا پڑا، تکالیف اور مظالم برداشت کرنے پڑے۔ اور ان کو زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا گیا۔ خدا کی اس سنت کا ذکر بڑے واضح الفاظ میں قرآن کریم کی سورۃ یٰسین میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُون ٥

وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

(یٰسین:31)(36:31)

سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۔

وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا خواہ کافر لوگ کتنا ہی ناپسند کریں۔

(61:9)

پس مخالفین جس قدر بھی خدا تعالیٰ کے نور کو اپنی کوششوں سے بجھانے یا اسے مدھم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ ہر دفعہ اپنی نصرت اور تائیدات سماویہ اور مدد کا ثبوت مٹھی بھر جماعت کو عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔ اس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:۔

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي

اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

(58:22)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام خدا تعالیٰ کی اس سنت کا ذکر کرتے ہوئے ''رسالہ الوصیت'' میں فرماتے ہیں:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ

ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ۔اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجّت زمین پر پوری ہو جائے اور اُس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچّائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُس کی تخم ریزی اُنہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ:۔)

تاریخ انبیاء نصرت اور تائیدات الٰہی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ انبیاء کے مخالفین نے جب بھی اپنے مونہوں کی پھونکوں سے اس نور الٰہی کو بجھانا چاہا خدا نے اس نور کے شعلہ کو اور تیز کر دیا اور رہتی دنیا تک اپنے پیاروں کے نام کو عزت سے قائم کر دیا۔ کتنی واضح مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں جلانے کی کوشش کی تو کیا ہوا۔ خدا تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:۔

یَا نَارُ کُونِی بَرْداً وَ سَلاَماً عَلیٰ اِبْرَاھِیم ۔

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی کا موجب ہو جا۔

یہ مخالفت معمولی تو نہ تھی۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ کیا نمرود کامیاب ہوا یا حضرت ابراہیمؑ اپنے مشن میں کامران ہوئے؟ آج تک امت مسلمہ آپ پر درود بھیج رہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ محمدٍ وَ علیٰ آل مُحَمَّدٍ کَما صَلَّیتَ عَلی اِبرَاھِیم اور کَمَا بَارَکتَ علی ابراھیم کی دعائیں کر رہی ہے۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مصر کا واقعہ بھی درج ہوا ہے۔ وہ فرعون مصر جو خدائی کا دعوے دار بن گیا اور حضرت موسیٰ اور آپ کی قوم کو ظلموں کا تختہ مشق بنایا۔ کیا حضرت موسیٰ اور آپ کو ماننے والے ہٹ گئے یا: فضلنا کم علی العالمین۔ کی صورت میں انہیں اپنے وقت کے لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دینے والے اور ان کے سر پر کانٹوں کا تاج سجانے والے کامیاب ہوئے یا خدا نے آپ کو حقیقی جاودانی اور ابدی روحانی حیات عطا کی۔ اور آج ان کے پیرو کار دنیا کے تمام خطے پر موجود ہیں۔

تاریخ انبیاء میں سب سے نازک اور کربناک دور وہ تھا جس میں اس نبی پر جو سب سے عظیم الشان اور بلند مرتبہ تھا یعنی ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ پر ظلم و بربریت کی نئی داستانیں رقم کی گئیں۔ ان ابتلاؤں اور ظلموں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:۔

"جب ہنسی اور ٹھٹھے کی آوازوں میں سے تحسین اور تعریف کی آوازیں بھی بلند ہونا شروع ہو گئیں، تو مکہ کے رؤوساء گھبرا گئے حکام کے دل میں خوف پیدا ہونے لگا۔ تب وہ جمع ہوئے اور اُنہوں نے مشورے

کئے اور منصوبے باندھے اور ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ ظلم اور تعدی اور سختی قطع تعلق کی تجاویز کا فیصلہ کیا گیا اور اُن پر عمل ہونا شروع ہوا۔اب مکہ سنجیدگی کے ساتھ اسلام کے ساتھ ٹکرانے کا فیصلہ کر چکا تھا،اب وہ ''پاگلانہ'' دعویٰ ایک ترقی کرنے والی حقیقت نظر آ رہا تھا مکہ کی سیاست کے لئے خطرہ، مکہ کے مذہب کے لئے خطرہ، مکہ کے تمدن کے لئے خطرہ اور مکہ کے رسم ورواج کے لئے خطرہ دکھائی دے رہا تھا۔اسلام ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین بناتا ہوا نظر آتا تھا۔جس نئے آسمان اور نئی زمین کے ہوتے ہوئے عرب کا پرانا آسمان اور پرانی زمین قائم نہیں رہ سکتے تھے۔اب یہ سوال مکہ والوں کے لئے ہنسی کا سوال نہیں رہا تھا اب یہ زندگی اور موت کا سوال تھا اُنہوں نے اسلام کے چیلنج کو قبول کیا اور اسی روح کے ساتھ قبول کیا جس کے روح کے ساتھ نبیوں کے چیلنج کو قبول کرتے چلے آئے تھے اور دلیل کا جواب دلیل سے نہیں بلکہ تلوار اور تیر کے ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے۔اسلام کی خیر خواہی کا جواب ویسے ہی بلند اخلاق کے ذریعہ سے نہیں بلکہ گالی گلوچ اور بدکلامی سے دینے کا اُنہوں نے فیصلہ کرلیا۔ایک دفعہ پھر دنیا میں اسلام کی لڑائی شروع ہوگئی۔ ایک دفعہ پھر شیطان کے لشکروں نے فرشتوں پر حملہ بول دیا۔بھلا اُن مٹھی بھر آدمیوں کی طاقت ہی کیا تھی کہ مکہ والوں کے سامنے ٹھہر سکیں۔عورتیں بے شرمانہ طریقوں سے قتل کی گئیں۔مردوں کی ٹانگیں چیر چیر کر اُن کو مار ڈالا گیا۔غلاموں کو تپتی ہوئی ریت اور کھردرے پتھروں پر گھسیٹا گیا۔اِس حد تک کہ اُن کے چمڑے انسانی چمڑوں کی شکلیں بدل کر حیوانی چمڑے بن گئے۔دیر بعد اسلام کی فتح کے زمانہ میں جب اسلام کا جھنڈا مشرق ومغرب میں لہرا رہا تھا۔ایک دفعہ ایک ابتدائی نومسلم غلام خبابؓ کی پیٹھ ننگی ہوئی تو اُن کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اُس کی پیٹھ کا چمڑا انسانوں جیسا نہیں جانوروں جیسا ہے وہ گھبرا گئے اور اس سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ کیا بیماری ہے؟ وہ ہنسے اور کہا بیماری نہیں یہ یادگار ہے اُس وقت کی جب ہم نومسلم غلاموں کو عرب کے لوگ مکہ کی گلیوں میں سخت اور کھردرے پتھروں پر سے گھسیٹا کرتے تھے اور متواتر یہ ظلم ہم پر روا رکھے جاتے تھے اِسی نتیجہ میں میری پیٹھ کا چمڑہ یہ شکل اختیار کر گیا ہے۔

مومن غلاموں پر کفار مکہ کا ظلم وستم

یہ غلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مختلف اقوام کے تھے اِن میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ، یونانی بھی تھے جیسے صہیبؓ۔پھر اُن میں عیسائی بھی تھے جیسے جبرؓ اور صہیبؓ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔بلالؓ کو اُس کے مالک تپتی ریت میں لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینہ پر کودنے کے لئے مقرر کر دیتے۔حبشی النسل بلالؓ، اُمیہ بن خلف نامی ایک مکی رئیس کے غلام تھے۔اُمیہ اُنہیں لے کر دوپہر کے وقت گرمی کے موسم میں مکہ سے باہر جا کر تپتی ریت میں ننگا کر کے لٹا دیتا تھا اور بڑے بڑے گرم

پتھر اُن کے سینہ پر رکھ کر کہتا کہ تھا کہ لات اور عزیٰ کی الوہیت کو تسلیم کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے علیحدگی کا اظہار کر۔ بلالؓ اُس کے جواب میں کہتے اَحد اَحد یعنی اللہ ایک ہی ہے اللہ ایک ہی ہے۔ بار بار آپ کا یہ جواب سن کر اُمیہ کو اور غصہ آجاتا اور وہ آپ کے گلے میں رسہ ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا کہ اُن کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں کے اُوپر سے گھسیٹتے ہوئے لے جائیں۔ جس کی وجہ سے اُن کا بدن خون سے تر بتر ہو جاتا مگر وہ پھر بھی اَحد اَحد کہتے چلے جاتے، یعنی خدا ایک خدا ایک۔ دیر کے بعد جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ میں امن دیا۔ جب وہ آزادی سے عبادت کرنے کے قابل ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان دینے کے لئے مقرر کیا۔ یہ حبشی غلام جب اذان میں **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کی بجائے **اسھد ان لا الہ الا اللہ** کہتا تو مدینہ کے لوگ جو اس کے حالات سے ناواقف تھے ہنسنے لگ جاتے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہوئے سنا تو آپ لوگوں کی طرف مڑے اور کہا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو مگر خدا تعالیٰ عرش پر اُس کی اذان سن کر خوش ہوتا ہے۔ آپ کا اشارہ اِسی طرف تھا کہ تمہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ ''ش'' نہیں بول سکتا۔ مگر ''ش'' اور ''س'' میں کیا رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ جب تپتی ریت پر ننگی پیٹھ کے ساتھ اُس کو لٹا دیا جاتا تھا اور اس کے سینہ پر ظالم اپنی جوتیوں سمیت کودا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا اب بھی سبق یاد آیا ہے یا نہیں؟ تو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اَحد اَحد کہہ کر خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتا رہتا تھا اور اپنی وفاداری، اپنے توحید کے عقیدہ اور اپنے دل کی مضبوطی کا ثبوت دیتا تھا۔ پس اُس کا **اسھد** بہت سے لوگوں کے **اشھد** سے زیادہ قیمتی تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اُن پر ظلم پر دیکھے تو اُن کے مالک کو اُن کی قیمت ادا کر کے اُنہیں آزاد کروا دیا۔ اسی طرح اور بہت سے غلاموں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے آزاد کرایا۔ اِن غلاموں میں صہیبؓ ایک مالدار آدمی تھے۔ یہ تجارت کرتے تھے اور مکہ کے باحیثیت آدمیوں میں سمجھے جاتے تھے مگر باوجود اس کے کہ وہ مالدار بھی تھے اور آزاد بھی ہو چکے تھے قریش اُن کو مار مار کر بیہوش کر دیتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو آپ کے بعد صہیبؓ نے بھی چاہا کہ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں مگر مکہ کے لوگوں نے اُن کو روکا کہ جو دولت تم نے مکہ میں کمائی ہے تم اُسے مکہ سے باہر کس طرح لے جا سکتے ہو۔ ہم تمہیں مکہ سے جانے نہیں دیں گے۔ صہیبؓ نے کہا اگر میں یہ سب کی سب دولت چھوڑ دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے؟ وہ اس بات پر رضا مند ہو گئے اور آپ اپنی ساری دولت مکہ والوں کے سپرد کر کے خالی ہاتھ مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے فرمایا۔صہیبؓ! تمہارا یہ سودا پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔یعنی پہلے اسباب کے مقابلہ میں تم روپیہ حاصل کرتے تھے مگر اب روپیہ کے مقابلہ میں تم نے ایمان حاصل کیا ہے۔

اِن غلاموں میں اکثر تو ظاہر و باطن میں مستقل رہے،لیکن بعض سے ظاہر میں کمزوریاں بھی ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمارؓ نامی غلام کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ سسکیاں لے رہے تھے اور آنکھیں پونچھ رہے تھے آپ نے پوچھا۔عمار کیا معاملہ ہے۔عمار نے کہا اللہ کے رسول بہت ہی برا۔وہ مجھے مارتے گئے اور دکھ دیتے گئے اور اُس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میرے منہ سے آپ کے خلاف اور دیوتاؤں کی تائید میں کلمات نہیں نکلوا لئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔لیکن تم اپنے دل میں کیا محسوس کرتے تھے؟ عمار نے کہا دل میں تو ایک غیر متزلزل ایمان محسوس کرتا تھا۔آپ نے فرمایا اگر دل ایمان پر مطمئن تھا تو خدا تعالیٰ تمہاری کمزوری کو معاف کر دے گا۔آپ کے والد یاسرؓ اور آپ کی والدہ سمیہؓ کو بھی کفار بہت دکھ دیتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ جبکہ اُن کو دکھ دیا جا رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس سے گزرے۔آپ نے اُن دونوں کی تکلیفوں کو دیکھا اور آپ کا دل درد سے بھر آیا۔آپ ان سے مخاطب ہوکر بولے صَبراً آلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَ کُمُ الْجَنَّۃ۔اے یاسر کے خاندان صبر سے کام لو۔خدا نے تمہارے لئے جنت تیار کر چھوڑی ہے اور یہ پیشگوئی تھوڑے ہی دنوں میں پوری ہوگئی۔کیونکہ یاسرؓ مار کھاتے کھاتے مر گئے مگر اِس پر بھی کفار کو صبر نہ آیا اور اُنہوں نے اُن کی بڑھیا بیوی سمیہؓ پر ظلم جاری رکھے۔چنانچہ ابوجہل نے ایک دن غصہ میں اُن کی ران پر زور سے نیزہ مارا جو ران کو چیرتا ہوا اُن کے پیٹ میں گھس گیا اور تڑپتے ہوئے انہوں نے جان دے دی۔

زنبیرہؓ بھی ایک لونڈی تھیں اُن کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ اُن کی آنکھیں ضائع ہوگئیں۔

ابوفکیہہؓ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔اُن کو ان کے مالک اور اس کا خاندان گرم تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیتا اور بڑے بڑے گرم پتھر اُن کے سینہ پر رکھ دیتا یہاں تک کہ اُن کی زبان باہر نکل آتی۔یہی حال باقی غلاموں کا بھی تھا۔

بیشک یہ ظلم انسانی طاقت سے بالا تھے،مگر جن لوگوں پر یہ ظلم کئے جا رہے تھے وہ ظاہر میں انسان تھے اور باطن میں فرشتے۔قرآن صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اور کانوں پر نازل نہیں ہو رہا تھا خدا اُن لوگوں کے دلوں میں بھی بول رہا تھا۔اور کبھی کوئی مذہب قائم نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ابتدائی ماننے والوں کے دلوں میں سے خدا کی آواز بلند نہ ہو۔جب انسانوں نے اُن کو چھوڑ دیا۔جب

رشتہ داروں نے ان سے منہ پھیر لیا تو خدا تعالیٰ اُن کے دلوں میں کہتا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔اور یہ سب ظلم اُن کے لئے راحت ہو جاتے تھے۔گالیاں دعائیں بن کر لگتی تھیں۔ پتھر مرہم کے قائمقام ہو جاتے تھے مخالفتیں بڑھتی گئیں مگر ایمان بھی ساتھ ہی ترقی کرتا گیا۔ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ گیا۔مگر اخلاص بھی تمام گزشتہ حد بندیوں سے اُوپر نکل گیا۔

آزاد مسلمانوں پر ظلم

آزاد مسلمانوں پر بھی کچھ کم ظلم نہیں ہوتے تھے۔اُن کے بزرگ اور خاندانوں کے بڑے لوگ اُنہیں بھی قسم قسم کی تکلیفیں دیتے تھے۔حضرت عثمانؓ چالیس سال کی عمر کے قریب تھے اور مالدار آدمی تھے مگر باوجود اس کے جب قریش نے مسلمانوں پر ظلم کرنے کا فیصلہ کیا تو اُن کے چچا حکمؔ نے اُن کو رسیوں سے باندھ کر خوب پیٹا۔زبیرؓ بن العوام ایک بہت بڑے بہادر نوجوان تھے۔اسلام کی فتوحات کے زمانہ میں وہ ایک زبردست جرنیل ثابت ہوئے۔ان کا چچا بھی اُن کو خوب تکلیفیں دیتا تھا۔چٹائی میں لپیٹ دیتا تھا اور نیچے دھواں دیتا تھا تا کہ اُن کا سانس رک جائے اور پھر کہتا تھا کہ کیا اب بھی اسلام سے باز آؤ گے یا نہیں؟ مگر وہ اِن تکالیف کو برداشت کرتے اور جواب میں یہی کہتے کہ میں صداقت کو پہچان کر اُس سے انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوذرؓ غفار قبیلہ کے ایک آدمی تھے، وہاں اُنہوں نے سنا کہ مکہ میں کسی شخص نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔وہ تحقیقات کے لئے مکہ آئے تو مکہ والوں نے اُنہیں ورغلایا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارا رشتہ دار ہے۔ہم جانتے ہیں کہ اُس نے ایک دوکان کھولی ہے۔مگر ابوذرؓ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور کئی تدابیر اختیار کر کے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تعلیم بتائی اور آپ اسلام لے آئے۔آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی کہ اگر میں کچھ عرصہ تک اپنی قوم کو اپنے اسلام کی خبر نہ دوں تو کچھ حرج تو نہیں؟ آپ نے فرمایا اگر چند دن خاموش رہیں تو کوئی حرج نہیں۔اِس اجازت کے ساتھ وہ اپنے قبیلہ کی طرف واپس چلے اور دل میں فیصلہ کر لیا کہ کچھ عرصہ تک میں اپنے حالات کو درست کرلوں گا تو اپنے اسلام کو ظاہر کروں گا۔جب وہ مکہ کی گلیوں میں سے گزرے تو اُنہوں نے دیکھا کہ رؤساء مکہ اسلام کے خلاف گالی گلوچ کر رہے ہیں۔کچھ دنوں کے لئے اپنے عقیدہ کو چھپائے رکھنے کا خیال اُن کے دل سے اسی وقت محو ہو گیا۔اور بے اختیار ہو کر اُنہوں نے اِس مجلس کے سامنے یہ اعلان کیا **اشھدان لاالہ اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ** ۔یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اُس کا

کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ دشمنوں کی اس مجلس میں اس آواز کا اٹھنا تھا کہ سب لوگ ان کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو کر جاپڑے۔ لیکن پھر بھی ظالموں نے اپنے ہاتھ نہ کھینچے اور مارتے ہی چلے گئے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ جو اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے وہاں آگئے اور انہوں نے اِن لوگوں کو سمجھایا اور کہا کہ ابوذر کے قبیلہ میں سے ہو کر تمہارے غلے کے قافلے آتے ہیں اگر اُس قوم کو غصہ آ گیا تو مکہ بھوکا مر جائے گا۔ اِس پر اُن لوگوں نے اُن کو چھوڑ دیا۔ ابوذرؓ نے ایک دن آرام کیا اور دوسرے دن پھر اسی مجلس میں پہنچے وہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنا روزانہ کا شغل تھا۔ جب یہ خانہ کعبہ میں گئے تو پھر وہی ذکر ہو رہا تھا۔ اُنہوں نے پھر کھڑے ہو کر اپنے عقیدہ توحید کا اعلان کیا اور پھر اُن لوگوں نے اُن کو مارنا شروع کیا۔ اِسی طرح تین دن ہوتا رہا۔ اس کے بعد یہ اپنے قبیلہ کی طرف چلے گئے۔

<u>آنحضرت صلعم پر مظالم</u>

خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی محفوظ نہ تھی۔ طرح طرح سے آپ کو دکھ دیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ عبادت کر رہے تھے کہ آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر لوگوں نے کھینچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں آگئے اور اُنہوں نے یہ کہتے ہوئے چھڑایا کہ اے لوگو! کیا تم ایک آدمی کو اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے خدا میرا آقا ہے۔ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی پیٹھ پر اُونٹ کی اوجھری لا کر رکھ دی گئی اور اس کے بوجھ سے اُس وقت تک آپ سر نہ اُٹھا سکے جب تک بعض لوگوں نے پہنچ کر اس اوجھری کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا نہیں۔

ایک دفعہ آپ بازار سے گزر رہے تھے تو مکہ کے اوباشوں کی ایک جماعت آپ کے گرد ہو گئی اور رستہ بھر آپ کی گردن پر یہ کہہ کر تھپڑ مارتی چلی گئی کہ لوگو! یہ وہ شخص ہے جو کہتا ہے میں نبی ہوں۔

آپ کے گھر میں اِردگرد کے گھروں سے متواتر پتھر پھینکے جاتے تھے۔ باورچی خانہ میں گندی چیزیں پھینکی جاتی تھیں۔ جن میں بکروں اور اونٹوں کی انتڑیاں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے اوپر گرد وغبار ڈالی جاتی حتیٰ کہ مجبور ہو کر آپ کو چٹان میں سے نکلے ہوئے ایک پتھر کے نیچے چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی۔ مگر یہ مظالم بیکار نہ جا رہے تھے۔ شریف الطبع لوگ اُن کو دیکھتے اور اسلام کی طرف اُن کے دل کھینچے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خانہ کعبہ کے قریب صفا پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوجہل آپ کا سب سے بڑا دشمن اور مکہ کا سردار وہاں سے گزرا اور اُس نے آپ کو بے نقط گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ اُس کی گالیاں سنتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اٹھ کر گھر

چلے گئے۔آپ کے خاندان کی ایک لونڈی اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی شام کے وقت آپ کے چچا حمزہؓ جو ایک نہایت دلیر اور بہادر آدمی تھے اور جن کی بہادری کی وجہ سے شہر کے لوگ اُن کے خائف تھے شکار کھیل کر جنگل سے واپس آئے اور کندھے کے ساتھ کمان لٹکائے ہوئے نہایت ہی تبختر کے ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔لونڈی کا دل صبح کے نظارہ سے بے حد متاثر تھا وہ حمزہؓ کو اِس شکل میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور انہیں طعنہ دے کر کہا۔تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو ہر وقت اسلحہ سے مسلح رہتے ہو۔مگر کیا تمہیں معلوم ہے کہ صبح ابوجہل نے تمہارے بھتیجے سے کیا کیا۔حمزہؓ نے پوچھا کیا کیا؟ اُس نے وہ سب واقعہ حمزہؓ کے سامنے بیان کیا۔حمزہ گو مسلمان نہ تھے مگر دل کے شریف تھے۔اسلام کی باتیں تو سنی ہوئی تھیں اور یقیناً اُن کے دل پر اثر ہو چکا تھا۔مگر اپنی آزادی کی وجہ سے سنجیدگی کے ساتھ اُن پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا لیکن اس واقعہ کو سن کر اُن کی رگِ حمیت جوش میں آ گئی۔آنکھوں پر سے غفلت کا پردہ دور ہو گیا اور انہیں یوں معلوم ہوا کہ ایک قیمتی چیز ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔اُسی وقت گھر سے باہر آئے اور خانہ کعبہ کی طرف گئے جو رؤوسا کے مشورے کا مخصوص مقام تھا۔اپنی کمان کندھے سے اُتاری اور زور سے ابوجہل کو ماری اور کہا سنو! میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو اختیار کرتا ہوں۔تم نے صبح اُسے بلاوجہ گالیاں دیں اِس لئے کہ وہ آگے سے جواب نہیں دیتا۔اگر بہادر ہو تو اب میری مار کا جواب دو۔یہ واقعہ ایسا اچانک ہوا کہ ابوجہل بھی گھبرا گیا۔اس کے ساتھی حمزہؓ سے لڑنے کو اٹھے لیکن حمزہؓ کی بہادری کا خیال کر کے اور اُن کے قومی جتھا پر نظر کر کے ابوجہل نے خیال کیا کہ اگر لڑائی شروع ہو گئی تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک نکلے گا۔اِس لئے مصلحت سے کام لیتے ہوئے اُس نے اپنے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ چلو جانے دو میں نے واقعہ میں اِس کے بھتیجے کو بہت بری طرح گالیاں دی تھیں۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 115 تا 119)

صرف یہی نہیں جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے بلکہ جوں جوں اسلام پھیلتا گیا اور آنحضرت ﷺ کی دعوت ایمان لوگوں کو پہنچتی رہی، مخالفت اور عداوت اور تکالیف مزید بڑھتی چلی گئیں یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہجرت کرنے کا ارشاد فرمایا۔اور صحابہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔پھر مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا اور انہیں اور آنحضرت ﷺ کو شعب ابی طالب کی گھاٹی میں تین سال کے عرصہ تک محصور ہونا پڑا۔

سفر طائف میں کسی قدر تکالیف برداشت کیں۔پہاڑوں کے فرشتے نے آ کر عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو اس پہاڑ سے ان کو کچل دوں مگر رحمۃ للعالمین نے فرمایا نہیں۔اور ان کی ہدایت کے لیے دعا کی۔سر ولیم میور اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' میں لکھتے ہیں:۔

''محمد (ﷺ) کے طائف کے سفر میں ایک شاندار شجاعانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اکیلا آدمی جسے اس کی اپنی قوم نے حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور اسے دھتکار دیا خدا کے نام پر بہادری کے ساتھ نینوا کے یوناہ نبی کی طرح ایک بت پرست شہر کو توبہ کی اور خدائی مشن کی دعوت دینے کے لیے نکلا اور یہ امر اس کے ایمان پر کہ وہ اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کی طرف سے سمجھتا تھا ایک بہت تیز روشنی ڈالتا ہے۔''

(صفحہ:128)

ان مظالم اور تبلیغ میں روک کے باعث آنحضرت ﷺ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا پڑی مگر یہاں پر بھی امن سے رہنے نہ دیا گیا۔ مکہ والوں نے متعدد بار مدینہ پر چڑھائی کی اور حملہ کیا اور جنگیں کی۔ بہر حال ان سب ظلموں کی داستان ایک لمبی داستان ہے جس کو یہاں نقل کرنا مشکل ہے۔ ان ظلموں، ہنسی وٹھٹھہ اور تکالیف و مصائب کا ایک چھوٹا سا خاکہ کھینچا گیا ہے جو خدا کے سب سے زیادہ پیارے نبی اور آپ کے صحابہ کو برداشت کرنے پڑے۔ لیکن جس طرح صبر اور ہمت اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے آپ اور آپ کے صحابہ نے اس کا مقابلہ کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام دنیا کے اکناف عالم میں پھیل گیا۔ پس صبر اور دعائیں اور مستقل مزاجی ہی ایسے اوصاف ہیں جو خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں اور بالآخر اس کو جیت اور غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

آپ دیکھ لیں کہ ہمارے پیارے آقا کو مکہ و مدینہ میں تکلیفیں دینے والے ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ اور دیگر سرداران کفار واصل جہنم ہوئے یا نہیں۔ اور آپ کامیاب و کامران، مظفر و منصور ٹھہرے یا نہیں۔

صلح حدیبیہ میں بھی اگر چہ سرداران قریش و مکہ نے آپ کو نعوذ باللہ ذلیل کرنا چاہا مگر اس صلح حدیبیہ کی برکتوں ہی سے آپ اور آپ کے صحابہ کرام نے مکہ فتح کیا اور ان سب تکالیف اور مظالم کا ہی نتیجہ تھا جو آپ نے اور صحابہ نے برداشت کیے کہ آپ کی زندگی ہی میں اسلام عرب سے نکل کر دیگر ممالک میں پھیلنا شروع ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

پس یہی کچھ جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی مقدر ہے۔ خدا کا اٹل وعدہ اور سنت کہ وہ ضرور اپنے انبیاء کو غلبہ دیتا ہے لازماً جماعت احمدیہ سے بھی پورا ہوگا۔ انشاء اللہ۔ جماعت احمدیہ کا مقصد بھی دنیا میں اس حقیقی اسلام کو پھیلانا ہے جو ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں لائے۔ جن جن حالات سے قرون اولیٰ میں مسلمان گزرے انہی حالات سے جماعت احمدیہ کو بھی گزرنا پڑا اور پڑ رہا ہے۔

چنانچہ جب بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے اذن پا کر مامور من اللہ ہونے کا اعلان فرمایا تو یکدم حالات تبدیل ہو گئے اور آپ کے ساتھی اور دوست بھی یک دفعہ دشمن بن گئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب حضور کے ہم مکتب اور دوست تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی کتاب براہین احمدیہ شائع ہونے پر انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں ایک ریویو لکھا کہ:۔

''اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ

کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْراً۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔''

(بحوالہ براہین احمدیہ جلد اول صفحہ 2)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے بعد اس تبصرہ کے لکھنے والے مولوی محمد حسین بٹالوی نے ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک سے بھی گھوم پھر کر دوسو سے زائد علماء کے فتویٰ تکفیر لے کر آپ کے خلاف شائع کیے۔ اور پھر یہیں پر بس نہیں کی بلکہ معاندین اور مخالفین سے مل کر آپ پر جھوٹے مقدمات بنا کر آپ کو عدالتوں میں گھسیٹا گیا، قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ آپ کے ساتھ مباہلے ہوئے اور ظاہر میں آپ کو رسوا اور ذلیل وخوار کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔

ایک طرف تو معاندین اپنے مکر وفریب میں مصروف تھے اور ادھر اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار یہ تسلی دے رہا تھا کہ:۔

اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَ اِنِّی مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ۔

میں ہر اس شخص کو ذلیل و رسوا کروں گا جو تیری رسوائی چاہتا ہے اور ہر اس شخص کی مدد اور اعانت کروں گا جو تیری مدد کا ارادہ بھی کرے گا۔

پھر خدا تعالیٰ نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:۔

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔''

نیز فرمایا: "I shall give you a large party of Islam."

ان تمام خدائی بشارتوں اور وعدوں کے ساتھ ساتھ دشمنوں اور معاندین احمدیت کی طرف سے مظالم اور ابتلاؤں اور مخالفتوں کا زور بھی بڑھتا چلا گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے تو ریلوے سٹیشن پر گویا ڈیرہ ہی لگا لیا۔ جو شخص بھی قادیان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لیے آتا اسے وہاں جانے سے منع کرتا۔ لیکن ہجوم خلق آپ کی طرف اُمڈتا ہی چلا آیا۔ ان دشمنوں کی جوتیاں آپ کے عشاق کو قادیان جانے سے منع کرنے میں گھس گئیں اور ادھر عشاق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جوتیاں قادیان آتے آتے گھس گئیں اور یہ بھی اس پیشگوئی کے مطابق تھا کہ لوگ تیرے پاس آئیں گے، دور دور سے آئیں گے یہاں تک کہ راستوں میں گڑھے پر جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں		آخر ذلیل ہوگئے انجام جنگ میں
اِن کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا		سب کی مراد تھی کہ میں دیکھوں رہِ فنا
تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی راہ		یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ

یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں		یا یہ کہ ذلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
یا مخبری سے ان کی کوئی اور ہی بلا		آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا
پس ایسے ہی ارادوں سے کرکے مقدمات		چاہا گیا کہ دن مرا ہوجائے مجھ پہ رات
مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہوگئے		سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہوگئے
آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے		جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے
اُترا مری مدد کیلئے کرکے عہد یار		پس رہ گئے وہ سارے سیہ رُو و نامراد
کچھ ایسا فضل حضرتِ ربّ الوریٰ ہوا		سب دشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا
اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا		میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا
میں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہنر		کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اِس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی		میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا		اِک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

دشمنوں کے مکر وفریب ، ان کی عداوتیں ، ان کے منصوبے ، ان کے مظالم سب انہیں پر الٹ کر پڑے ۔ اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا یہ پودا اپنی پوری شان اور آب وتاب کے ساتھ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور اس کی شاخیں ہر سو پھیل رہی ہیں ۔ فالحمدللہ علی ذالک ۔

یہاں پر خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ابتلاء اور ظلم کا ایک نہایت دردناک واقعہ بیان کرتا ہے جس کا تعلق حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہے ۔

حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ رئیس اعظم خوست افغانستان کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ حج کے ارادہ سے اپنے ملک سے سفر اختیار کیا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے بارہ میں معلوم ہوا تو قادیان کی راہ لی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور یہاں رہ کر آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارہ میں فرمایا: ۔

"جب مجھ سے اُن کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کیلئے ممکن نہیں ۔ .....اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابلِ رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا .... اُس کی ایمانی قوّت اِس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر مَیں اُس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہہ دوں تو مَیں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہہ ناقص نہ ہو .... میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردّی چیز پھینک

دی جاتی ہے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 10،روحانی خزائن جلد 20)

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

’’پھر عجب تر یہ کہ یہ بزرگ معمولی انسان نہیں تھا۔ بلکہ ریاست کابل میں کئی لاکھ کی ان کی اپنی جاگیر تھی اور انگریزی عملداری میں بھی بہت سی زمین تھی۔اور طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار قرار دیا تھا۔وہ سب سے زیادہ عالم علم قرآن اور حدیث اور فقہ میں سمجھے جاتے تھے اور نئے امیر کی دستار بندی کی رسم بھی انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔اور اگر امیر فوت ہوجائے تو اُس کے جنازہ پڑھنے کیلئے بھی وہی مقرر تھے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں معتبر ذریعہ سے پہنچی ہیں۔اور ان کی خاص زبان سے مَیں نے سُنا تھا کہ ریاست کابل میں پچاس ہزار کے قریب اُن کے معتقد اور ارادتمند ہیں جن میں سے بعض ارکان ریاست بھی تھے۔غرض یہ بزرگ کابل میں ایک فرد تھا۔اور کیا علم کے لحاظ سے اور کیا تقویٰ کے لحاظ سے اور کیا جاہ اور مرتبہ کے لحاظ سے اور کیا خاندان کے لحاظ سے اُس ملک میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 46،روحانی خزائن جلد 20)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں چند ماہ گزارنے کے بعد جب آپ واپس اپنے وطن کابل تشریف لے گئے تو انہیں قید کر کے ایک قلعہ میں محصور کر دیا گیا اور امیر کابل نے حکم دیا کہ انہیں زنجیر غراغراب لگادو جو ایک من چوبیس سیر وزنی ہوتی ہے۔پاؤں میں آٹھ سیر وزنی بیڑی لگائی گئی اور اس تکلیف دہ حالت میں آپ کو چار ماہ تک قید رکھا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:۔

’’اب ہم اس دردناک واقعہ کا باقی حصہ اپنی جماعت کیلئے لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ جب چار مہینے قید کے گزر گئے۔تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کیلئے فہمائش کی۔اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اُس کے اُصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزّت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے۔کہ مَیں سچائی سے توبہ کروں اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہوجاتا ہے۔لیکن میں اُس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ہاں چونکہ مَیں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔اگر مَیں دلائل کے رُو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے۔راوی اس قصّہ کے کہتے ہیں۔کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے۔امیر نے اس بات کو پسند کیا۔اور مسجد شاہی میں خان ملاّ خاں اور آٹھ

مفتی بحث کیلئے منتخب کیئے گئے۔اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں۔کہ ہم اُس بحث کے وقت موجود تھے۔مباحثہ تحریری تھا صرف تحریر ہوتی تھی۔اور کوئی بات حاضرین کو سُنائی نہیں جاتی تھی۔اس لئے اُس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک مباحثہ جاری رہا۔پھر جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا۔کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو۔کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔قرآن کریم اُن کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے۔تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی بات کو سُن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے تھے۔گالیاں دینے گلے۔اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا۔اور بڑی غضبناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔پھر بعد اس کے اخوندزادہ حضرت شہید مرحوم اسی طرح پابزنجیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے۔اور اس جگہ یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی ہے۔کہ جب شاہزادہ مرحوم کی اُن بدقسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے۔پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفر رات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔اور یہ چالاکی کی گئی۔کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے۔اور نہ عوام پر اُن کا مضمون ظاہر کیا گیا۔یہ صاف اس بات پر دلیل تھی۔کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔مگر افسوس امیر پر کہ اُس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا۔اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کیئے۔حالانکہ اُس کو چاہیئے تو یہ تھا کہ اُس عادلِ حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت وحکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔بالخصوص جبکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔تو اس صورت میں مقتضا خدا ترسی کا یہی تھا۔کہ بہر حال افتاں وخیزاں اُس مجلس میں جاتا۔اور نیز چاہیئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا۔کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا۔اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے شکنجہ میں اُس کو دبایا جاتا۔اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کیئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رُعب میں ڈال کر اُس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا۔پھر اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کیلئے یہ تو اُس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں۔

اور نہ صرف اس بات پر کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا۔ بلکہ چاہئے تھا۔ کہ سرکاری طور پر ان کاغذات کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہوگیا۔ اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں اور نیز جہاد کی ممانعت میں اور حضرت مسیحؑ کے فوت ہونے کے بارے میں نہ دے سکا۔ ہائے وہ معصوم اس کی نظر کے سامنے ایک بکرے کی طرح ذبح کیا گیا۔ اور باوجود صادق ہونے کے اور باوجود پورا ثبوت دینے کے اور باوجود ایسی استقامت کے کہ صرف اولیاء کو دی جاتی ہے پھر بھی اُس کا پاک جسم پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور اس کی بیوی اور اُس کے یتیم بچوں کو خوست سے گرفتار کر کے بڑی ذلّت اور عذاب کے ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا۔ اے نادان! کیا مسلمانوں میں اختلاف مذہب اور رائے کی یہی سزا ہوا کرتی ہے۔ تو نے کیا سوچ کر یہ خون کر دیا۔ سلطنت انگریزی جو اس امیر کی نگاہ میں اور نیز اُس کے مولویوں کے خیال میں ایک کافر کی سلطنت ہے کس قدر مختلف فرقے اس سلطنت کے زیر سایہ رہتے ہیں۔ کیا اب تک اس سلطنت نے کسی مسلمان یا ہندو کو اس قصور کی بناء پر پھانسی دے دیا کہ اس کی رائے پادریوں کی رائے کے مخالف ہے۔ ہائے افسوس آسمان کے نیچے یہ بڑا ظلم ہوا کہ ایک بے گناہ معصوم باوجود صادق ہونے کے باوجود اہل حق ہونے کے اور باوجود اس کے کہ وہ ہزارہا معزز لوگوں کی شہادت سے تقویٰ اور طہارت کے پاک پیرایہ سے مزین تھا۔ اس طرح بے رحمی سے محض اختلاف مذہب کی وجہ سے مارا گیا۔........ افسوس اس امیر کو کم سے کم اپنے مولویوں سے یہ تو پوچھنا چاہئے تھا۔ کہ یہ سنگساری کا فتویٰ کس قسم کے کفر پر دیا گیا۔ اور اس اختلاف کو کیوں کفر میں داخل کیا گیا۔ اور کیوں انہیں یہ نہ کہا گیا کہ تمہارے فرقوں میں خود اختلاف بہت ہے۔ کیا ایک فرقہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سنگسار کرنا چاہئے۔ جس امیر کا یہ طریق اور یہ عمل ہے۔ نہ معلوم وہ خدا کو کیا جواب دے گا۔

بعد اس کے کہ فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ بھیجا گیا۔ صبح روز دوشنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔ اُس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔ امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے اُن کے پاس ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے۔ مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہوگیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر صاحب جب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحوم کو بلایا۔ اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے۔ اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا۔ اور کہا کہ مَیں حق

سے توبہ نہیں کرسکتا۔ کیا مَیں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں ۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تب امیر نے دوبارہ توبہ کیلئے کہا۔ اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا۔ مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا۔ اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں ۔ ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں ۔ کہ یہ سُنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا۔ شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں تب اُس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔...... شہید مرحوم نے مرکر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے۔ اور در حقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔

......جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے اُن سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا۔ کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ اور پھر امیر نے حکم دیا۔ کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسّی ڈال دی جائے۔ اور اُسی رسّی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اُس میں رسی ڈالی گئی۔ تب اُس رسّی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں ۔ مفتیوں اور دیگر اہلکاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا۔ اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اس تماشا کے دیکھنے کیلئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے امیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی مَیں تجھے بچالیتا ہوں ۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا۔ کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہوسکتا ہے۔ اور جان کیا حقیقت ہے۔ اور عیال واطفال کیا چیز ہیں۔ جن کیلئے مَیں ایمان کو چھوڑ دوں ۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اور مَیں حق کیلئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے۔ اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اُس کا بھائی نصر اللہ خاں اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے۔ اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا۔ کہ مَیں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں ۔ تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ۔ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ

آپ بادشاہ وقت ہیں۔آپ چلاویں۔تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے۔اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔تب قاضی نے گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر چلایا۔جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھّر اس شہید پر پڑنے لگے۔اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا۔کہ مَیں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا۔اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴ر جولائی کو وقوع میں آیا۔اس بیان میں اکثر حصّہ اُن لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے۔اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔معلوم ہوتا ہے۔کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے۔جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے۔ہر ایک قصّہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے۔لیکن یہ قصّہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اُس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی۔شاہزادہ عبداللطیف کیلئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ **اِنَّهٗ مَن يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰ** ۔(طٰہٰ:75)افسوس کہ یہ امیر زیر آیت **مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا**. (النساء:94) داخل ہو گیا۔اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اُس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں۔ جو صدق دل سے ایمان اور حق کیلئے جان بھی فدا کرتے ہیں۔اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ **اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا**۔اور جو لوگ میری جماعت سے میری موت کے بعد رہیں گے۔مَیں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 54 تا 60،روحانی خزائن جلد 20)

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار۔اور جماعت احمدیہ کی ترقیات و روشن مستقبل

(از سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ)

(قسط دوم)

حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید کی شہادت کا دلگداز اور ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد اب میں مزید کچھ اور واقعات بیان کرتا ہوں جن سے مزید نکھر کر یہ بات سامنے آئے گی کہ معاندین احمدیت نے مخالفت اور ظلم میں اس قدر اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ احمدیت کے پودے کو اکھاڑ پھینکنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔احمدیت کو نابود کرنے کرنے کے لیے انہوں نے ہر ناجائز حربہ آزمایا مگر کیا وہ اپنی اس دلی خواہش اور تمنا میں کامیاب ہوئے؟ آیئے ہم ایک مختصر سا جائزہ ان کی کوششوں اور تدبیروں کا لیتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے سلوک پر بھی ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

مجلس احرار اور ان کے عزائم سے بہت سی دنیا واقف ہے۔انہوں نے بھی جماعت احمدیہ کو ختم اور نیست و نابود کرنے کا بیڑا اٹھایا اور قادیان پہنچ کر اپنی تبلیغی کانفرنسیں اس خیال سے منعقد کیں کہ احمدیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ عوام الناس اور حکومت بھی ان کے ساتھ مل چکی تھی۔ اسلئے بظاہر انہیں اپنی کاوشوں کی کامیابی عین ممکن نظر آ رہی تھی۔اور بادی النظر میں جب اس قسم کے حالات ہوں کہ مدعی کے ساتھ حکومت وقت اور عوام مل جائیں اور ان کو ہر سمت اور ہر طرف سے اعانت و نصرت اور مدد کی یقین دہانی ہو تو کیوں نہ وہ اپنے عزائم میں کامیاب ہوں گے۔اس وقت ان کے بلند بانگ دعاوی یہ تھے:۔

''ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے''

''ہم منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے۔''

''قادیان اور اس کے گرد و نواح سے احمدیت کا نام و نشان ختم کر دیں گے''

(سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ 278)

ان تمام اغراض کے حصول کے لیے مجلس احرار نے اپنا ایک دفتر قائم کیا۔پھر انہوں نے اشتہارات کے ذریعہ اپنی کامیابی کی تعلّی کی خوب تشہیر بھی کی۔ چنانچہ ان کے ایک اشتہار سے ان کے عزائم اور ان کی کارروائیوں کے بارہ میں علم ہو جاتا ہے۔ یہ اشتہار بعنوان ''حضرت امیر شریعت مجاہد ملت ضیغم اسلام مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا پیغام اپنے مخلصین و عقیدتمندان کے نام'' شائع ہوا۔اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

''ہمارے دفتر نے جو خاص قادیان میں قائم کیا گیا ہے اس فتنہ کی ترقی کو کافی حد تک روک دیا ہے

بلکہ تمام مرزائی جماعت کو کھوکھلا کر دیا ہے سینکڑوں مرزائی تائب ہو گئے ہیں اور ہزاروں تیار ہیں جو آپ لوگوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر آپ لوگ پوری ہمت اور پوری ذمہ داری سے جو اسلام نے آپ پر عائد کی ہے شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام کے استحکام کے لئے کوشش کریں اور ہم اس قابل ہو جائیں کہ ان کے بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دیں جو محض مجبوریوں کی وجہ سے وہاں پھنسے ہوئے ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہماری آنکھوں کے دیکھتے دیکھتے یہ فتنہ دنیا سے فنا ہو جائے''

(تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 442،443)

مجلس احرار کے علماء اور دیگر لیڈران نے دن رات قادیان میں جماعت احمدیہ کے خلاف جھوٹی تقاریر، پراپیگنڈا، اشتعال انگیز تقاریر اور احمدیوں کے مقدس پیشوا اور بزرگوں پر ناپاک اتہام و الزامات لگانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ احمدیوں کو قاتل اور سفاک ظاہر کیا جاتا اور مختلف رنگوں میں لوگوں کو فتنہ وفساد پر اکسایا جاتا رہا اور اس کے لیے انہوں نے تمام اوچھے قسم کے ہتھیار یعنی بدزبانی جھوٹ کو بھی بروئے کار لاتے رہے تاکہ عوام کو جوش دلا سکیں چنانچہ مولوی سید انور شاہ کاشمیری (مشہور فاضل دیوبند) نے ایک اپیل شائع کی جس میں انہوں نے لکھا:۔

''قادیانیوں کے مقابلہ میں موجودہ جنگ خالصۃ لوجہ اللہ جاری ہے۔ لہٰذا ان حضرات سے جنہوں نے مجھ سے حدیث کا سبق پڑھا ہے خصوصاً اور عام اہل اسلام سے عموماً دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ لاہوری فدا کاران دین کی طرح مرزائیت کے قصر بے بنیاد کو برباد کرنے میں ہر ممکن سعی کرنے سے دریغ نہ فرمادیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 445)

ان بیانات واشتہارات اور تقاریر سے یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ مجلس احرار کے جماعت احمدیہ کو ختم کرنے کے (نعوذ باللہ) کیا کیا حربے اور منصوبے تھے۔ اس احراری فتنہ کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے احمدیت کا روشن مستقبل اور کامیابی کا بھی واضح اعلان فرمانا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے مجلس احرار کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے ایک جلسہ کی تقریر میں فرمایا:۔

''ہم ان سے کہتے ہیں تم کیا۔ اگر تم دنیا کی ساری حکومتوں اور ساری قوموں کو بلا کر بھی اپنے ساتھ لے آؤ پھر بھی تم جیت جاؤ تو ہم جھوٹے۔ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس چیز سے ٹکراتے ہیں۔ اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو چکنا چور ہو جائیں گے اور اگر ہم نے ان پر حملہ کیا تو بھی وہ چکنا چور ہو جائیں گے۔ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے اور یہ اس کی مشیت اور ارادہ ہے کہ اسے کامیاب کرے۔ اس کے خلاف کوئی انسانی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔ بے شک ہم کمزور ہیں۔ ضعیف ہیں اس کا

ہمیں اقرار ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ پر ہمیں یقین ہے اور اس کے متعلق ہم کوئی ضعف نہیں دکھا سکتے ۔ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کو کچل دیں گے۔ مگر یہ ضرور یقیناً اور حتمی طور پر کہتے ہیں کہ خدا ان کو کچل دے گا۔ خواہ وہ کتنی بڑی فوجوں کے ساتھ ہمارے خلاف کھڑے ہو جائیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 447)

پھر ایک خطبہ جمعہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

''ہمارے لئے گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ ایک چیز ہے جو مقدر ہے اور ان مقدرات سے ہے جن میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ فرمایا لاتبدیل لکلمت اللہ ....اسی طرح ہمارے لئے مقدر ہے کہ بہر حال اللہ تعالیٰ کے مسیح کے ماننے والے غالب آئیں گے اس لئے یہ تو سوال ہی زیر بحث نہیں آسکتا کہ ہم جیتیں گے یا ہمارے مخالف۔ فتح اور جیت ہمارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 447)

جہاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خدا تعالیٰ سے بشارتیں پا کر مخالفین کو یہ بتلایا کہ وہ کچھ بھی کر لیں۔ حکومت، علماء، غیر از جماعت لوگوں کو غیر مسلموں کو اپنے ساتھ ملا لیں پھر بھی خدا تعالیٰ کامیابی احمدیت کو ہی عطا کرے گا۔ یہی مقدر ہے۔ وہاں حضور نے جماعت کے افراد کو اپنے اندر تبدیلی لانے کی تحریک کی اور ان کے حوصلے بلند کرنے اور ان میں ایمان و ایقان کو زیادہ کرنے کی طرف تلقین و نصائح فرمائیں۔ آپ نے افراد جماعت کو یہ ہدایات دیں کہ:۔

ا۔ پہلی ہدایت: ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارا مقصد فتح نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ کی فتح حاصل کرنا ہے۔.......جب تک انسان خدا کے لئے موت قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو موت اور صرف موت کے ذریعہ یہ فتح حاصل ہوسکتی ہے اور جو موت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اسے فتح بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ پھر موت بھی ایک وقت کی نہیں بلکہ وہ جو ہر منٹ اور ہر گھڑی آتی ہے۔

دوسری ہدایت: اپنے نفوس میں تبدیلی پیدا کرو۔ قلوب کو پاک کرو۔ زبان کو شائستہ اور اپنے آپ کو اس امر کا عادی بناؤ کہ خدا کے لئے دکھ اور تکلیفوں کو برداشت کر سکو۔

تیسری ہدایت: ایک ہی ڈر ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ دشمن ہمیں کہیں مار نہ ڈالیں۔ ایک ساعت کے لئے بلکہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کے لئے بھی جس شخص کے دل میں یہ خیال آتا ہے اس کے اندر ایمان کی ایک رائی کا کروڑواں حصہ بھی داخل نہیں ہوا۔ میں تو یقین رکھتا ہوں کہ یہ دشمن کیا اگر انگریز اور جرمن اور چین اور جاپان اور روس اور اٹلی وغیرہ تمام حکومتیں بھی مل جائیں تب بھی وہ ہمیں تباہ نہیں کر سکتیں اور اگر تباہ کر دیں تو یقیناً ہمارا سلسلہ جھوٹا ہے ....مشرق اور مغرب کے لوگ اور شمال اور جنوب کے

باشندے بھی اگر مل جائیں تو وہ ایک تنکا کے برابر بھی ہمیں اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ ہے اور وہ خود اس کا محافظ اور نگران ہے تمہارا کام ہے کہ تم محبت اور پیار سے لوگوں کو سمجھاؤ اور اگر کوئی مخالفت میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو تم اس کے لئے دعاؤں میں بڑھتے چلے جاؤ کیونکہ برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہو اگر وہ گالیاں دیتے ہیں تو دیں کیونکہ ان کے پاس گالیوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں مگر تمہارا فرض ہے کہ تم نرمی اور محبت کا ثبوت پیش کرو۔ کیونکہ تمہارے پاس یہی چیز ہے جس سے کامیابی ہوگی۔

ایک اور نصیحت اور ہدایت آپ نے جماعت کو یہ فرمائی کہ:۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ جب کوئی برگزیدہ قوم سست اور غافل ہونے لگے تو اس آزمائش کے طور پر کسی ابتلاء میں ڈال دیتا ہے پس ہمیں یہ تو ڈر نہیں کہ دشمن ہم پر غالب آ جائے گا۔ ہمارے لئے جو خطرہ ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم خود اپنی جانوں یا آئندہ نسلوں کے لئے کسی فتنہ کا موجب نہ ہو جائیں یا ہماری مقدر فتح کچھ عرصہ پیچھے نہ جا پڑے اس کے سوا کچھ نہیں۔ ان چیزوں کو کھاد کی طرح سمجھو۔

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 422، 423 جدید ایڈیشن)

جماعت احمدیہ کی تاریخ کے ایسے نازک موڑ پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بار بار اپنی جماعت کو صبر کی تلقین کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ صوم وصلوٰۃ سے کام لو۔ روزے رکھو اور دعائیں کرو۔ نمازیں پڑھو نفل پڑھو۔ یہ اللہ کی رحمت کو جذب کرلے گا۔ اگر وہ پتھر مارتے ہیں تو تم دعائیں کرو۔ اگر وہ گالیاں دیتے ہیں تو انہیں برداشت کرو اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرو تو اس کی نصرت اور تائید ایسے رنگ میں ظاہر ہوگی کہ انسانی تدابیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کو یہ بھی نصیحت کی کہ:

''میں اپنی جماعت کے ہر شخص کو یہ حکم دیتا ہوں کہ خواہ وہ مارا اور پیٹا جائے اپنا ہاتھ کسی پر مت اٹھائے اور اپنی زبان مت کھولے بلکہ اگر وہ قتل بھی کر دیا جائے تو بھی اس کا حق نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے اور اس کا حق نہیں کہ وہ اپنی زبان ہلائے۔''

آیئے اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھتے ہیں کہ احراری لیڈر آتے ہیں کانفرنسیں کرتے ہیں۔ اشتعال انگیز گندی تقریریں کرتے ہیں۔ ان کے لیڈر جناب سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جو تقریر کی اس کے بارہ میں ہائی کورٹ کے جج کے الفاظ میں خلاصہ پڑھیں:۔

''کئی ہزار کے مجمع میں پانچ گھنٹہ تک تقریر کی ۔۔۔۔۔۔ جس میں قادیانیوں ان کے رہنماؤں اور ان کی جماعت پر دشنام آمیز گندی زبان میں شدید حملے کئے۔''

اس کی تقریر کے چار اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۱۔ فرعونی تخت الٹا جا رہا ہے۔انشاءاللہ یہ تخت نہیں رہے گا۔

۲۔ یہ ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ برطانیہ کے دم کٹے کتے ہیں.......او مرزائیو! اگر باگیں ڈھیلی ہوتیں۔میں کہتا ہوں اب بھی ہوش میں آ ؤ۔تمہاری طاقت اتنی بھی نہیں جتنی پیشاب کی جھاگ ہوتی ہے۔

۳۔ او مسیح کی بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔جس سے اب سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے کر دینا ہے۔

۴۔ اگر تم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو انگریزوں کے کتے تو نہ بنتے۔‘‘

حضرت چوہدھری سر ظفراللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ اس وقت ایک عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ان کے بارہ میں نازیباالفاظ استعمال کرتے ہوئے ایک اوراحراری لیڈر نے کہا:۔

’’میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ادارہ میں مرزائی نظر نہ آئیں۔میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ووٹوں پر کوئی ممبر مرزائی نہ ہو۔ان دجالوں کا پورا پورا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔آج مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس میں مرزائیوں کی کثرت ہے۔مسلم کانفرنس کا صدر سر فضل حسین مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والا اور ظفراللہ قادیانی کا تقرر کرنے والا ہے۔مسلمانو! ان مارآستین جماعتوں سے بچو۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ:571)

قارئین کرام! آپ نے اندازہ کر ہی لیا ہوگا کہ مخالفین احمدیت نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلیفہ اور جماعت کے خلاف کس قدر گند اچھالا ، اور گندہ ذہنی سے کام لیا۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 26 اکتوبر 1934ء کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ:۔

’’ہم میں سے بہت سے لوگ قادیان میں آ گئے کہ امن سے خدا کا نام لے سکیں۔مگر پھر بھی ہم پر حملے کئے جاتے ہیں۔اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ باندھ کر ہمیں ان کے آگے پھینکنا چاہتی ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ ہمارا قصور کیا ہے؟ جو ہم پر اس قدر ظلم کئے جاتے ہیں۔گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم بے شک صابر ہیں۔متحمل ہیں۔مگر ہم بھی دل رکھتے ہیں اور ہمارے دل بھی درد کو محسوس کرتے ہیں۔اگر اس طرح بلاوجہ انہیں مجروح کیا جاتا رہا تو ان دلوں سے ایک آہ نکلے گی جو زمین و آسمان کو ہلا دے گی۔جس سے خدائے قہار کا عرش ہل جائے گا اور جب خدا تعالیٰ کا عرش ہلتا ہے تو اس دنیا میں ناقابل برداشت عذاب آیا کرتے ہیں۔‘‘

یہ خطبہ جمعہ کئی ہزار کے مجمع نے گوش ہوش بن کر سنا اور رقت اور سوز سے سامعین کی ہچکیاں بندھ

گئیں ۳۰۱ خدا کے حضور الحاج وزاری کا ایسا دردناک منظر چشم فلک نے بہت کم دیکھا ہوگا۔

(الفضل یکم نومبر 1934ء تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 514)

احراریوں کی اس شورش کا مزید حال سنئے ! 1934ء کے اواخر سے 1935ء میں مزید جو کارروائیاں انہوں نے کیں اس کا قدرے خلاصہ یہ ہے کہ:۔

ا۔ ایک حد درجہ اشتعال انگیز پوسٹر قادیان کی ایک عام گزرگاہ پر لگایا گیا جس میں احمدیوں کو قتل کرنے ان کے اموال کو زبردستی لوٹ لینے اور احمدی خواتین کو اغوا کر لینے کی تحریک کی گئی تھی۔ جماعت احمدیہ نے پوسٹر لکھنے والے شخص کا نام پولیس کو دیا مگر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

۲۔ ۱۹۳۵ء کے آغاز میں ہی بیرونی احمدیوں کا ہر جگہ منظّم صورت میں بائیکاٹ کیا جانے لگا۔

۳۔ نہتے احمدیوں کو گرفتار کرائے جانے کی جدوجہد بھی شروع کر دی گئی۔

۴۔ ارتداد کی جھوٹی خبریں پھیلائی جانے لگیں اور اسے ''قصر میرزائیت میں زلزلہ'' سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

۵۔ جماعت احمدیہ کی تباہی کی پیشگوئیاں شائع ہونے لگیں۔ چنانچہ ایک سجادہ نشین سید فیض الحسن نے لدھیانہ میں کہا:۔

''میں اس جگہ کھڑے ہو کر یہ پیشگوئی کرتا ہوں کہ منارہ قادیانی اس کے بانی اور اس کی جماعت کا نام ونشان تک مٹ جائے گا اور یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے''

امیر شریعت احرار سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

''مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اٹھے۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو''

یہ مخالفت اور یہ بیانات اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے خطرناک حالات بدستور قائم رہے اور احرار کا یہ پروپیگنڈا جاری رہا یہاں تک کہ 1953ء کے حالات پیدا ہو گئے۔ احرار کو اپنی ناکامیاں نظر آ رہی تھیں اور ساتھ ہی جماعت کی ترقیات بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ بھی پتہ لگ چکا تھا کہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ان مخالفتوں کے طوفانوں سے کامیابی کے ساتھ گزر رہی ہے۔ چنانچہ دشمنان احمدیت نے جب اپنی پے در پے ناکامیوں کو دیکھا تو انہوں نے یہ مطالبہ حکومت سے کرنا شروع کر دیا کہ جماعت احمدیہ کو قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیا جائے۔ یہ مطالبہ ہی ان کی واضح شکست کا اعلان تھا۔ جب لوگ دلائل سے عاجز آ جائیں تو پھر ایسا ہی ہوتا آیا ہے چنانچہ انہوں نے نہ صرف حکومت سے جماعت کے بارہ میں غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا بلکہ ساتھ ساتھ جماعت کی طرف غلط عقائد منسوب کر کے عوام کو

بھڑکاتے رہے۔کبھی احمدیوں پر غداری کا الزام لگایا جاتا اوراس جھوٹے پراپیگینڈے کے ساتھ کہ احمدی حضرات ملک و قوم کے وفادارنہیں ہیں انہیں ملک سے نکالا جائے، مارا جائے،قتل کیا جائے۔آخر پھر غدار کی سی سزا ملنی چاہیئے ۔یہ تھے ان کے مطالبے اورکوششیں۔اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے پمفلٹ اور کتابچے بھی شائع کیے جن میں لکھا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اوراحمدی حضرات چونکہ مرتد ہیں اس لئے واجب القتل ہیں۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے اپنے آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو قتل کرنے کے لیے پیش کردیا۔ وہی عطاء اللہ شاہ بخاری جنھوں نے کہا تھا کہ مرزائیت کا تباہ ہونا میرے ہاتھوں مقدر ہے۔اب کہہ رہے تھے کہ اگر بانی جماعت حضرت مرزا غلام احمد میری زندگی میں ہوتے تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے انہیں قتل کرتے۔ان نفرت انگیز بیانات اور تقاریر اور مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ احمدیوں کو شہید کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ساتھ ہی یہ بھی ثبوت مل رہے تھے کہ اس مہم میں حکومت بھی ان کے ساتھ شامل ہے۔ان سب باتوں اور ظلموں کی پرواہ کئے بغیر حضرت مصلح موعودؓ افراد جماعت کو جو تلقین فرمارہے تھے وہ یہ ہے:۔

’’کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے دوسرے کو اشتعال آئے۔دنیا پر ثابت کردو کہ اشتعال تمہارا دشمن دلاتا ہے۔اور تم صبر اور عفو کا اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہو۔اور ساتھ ہی بہادری کا بھی۔کیونکہ مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ایمان اور بزدلی کبھی جمع نہیں ہوتے۔پس ڈر کو دل سے نکال دو۔اور دنیا پر ثابت کردو کہ دنیا کا کوئی ظلم دنیا کا کوئی ستم، دنیا کا کوئی جبر تم کو صداقت سے پھرا نہیں سکتا۔محمد رسول اللہ ﷺ کی روح اپنے متبعین سے ایک دفعہ پھر ایثار اور قربانی کا مطالبہ کررہی ہے۔پس تم اِس ایثار اوراس قربانی کا نمونہ پیش کرو جو تمہیں صحابہ کا مثیل بنادے۔تا رسولِ کریم ﷺ کی روح خوش ہوجائے۔‘‘

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 398)

مجلس احرار کے مرکزی صدر تاج الدین صاحب انصاری نے بڑے اعتماد سے ایک دفعہ یہ بھی اعلان کیا:۔

’’سنو میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔جس دن ظفر اللہ وزارتِ خارجہ سے علیحدہ ہوگیا۔تو اس روز آدھے مرزائی مسلمان ہوجائیں گے اور جس روز ان کو اقلیت قرار دے دیا گیا۔اس روز مرزا بشیر الدین محمود ڈھونڈتے پھریں گے کہ میرے ابا کی امت کہاں گئی ہے۔‘‘

خاکسار معاندین احمدیت کے بیانات کو بار بار لکھ رہا ہے تا کہ پڑھنے والے کو یہ پوری شدت سے احساس ہو کہ انہوں نے مخالفت میں اور جماعت کو ختم کرنے کے لیے جو عزائم باندھے تھے انہوں نے انہیں ہر طرح پوری پوری کوشش کے ساتھ عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔یہاں تک کے جماعت کے دو بزرگ اور معزز ہستیوں کو گرفتار بھی کیا گیا یعنی حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت مرزا ناصر احمد جن کو سزا اور جرمانہ بھی کیا گیا

اور دو ماہ بعد انہیں رہائی ملی۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو 12 جنوری 1954ء تا 17 فروری 1954ء ایک ماہ تک کے لیے تحقیقاتی عدالت میں بیانات دینے کے لیے بلایا جاتا رہا۔ان بیانات کو سن کر اور پڑھ کر ایک کمیونسٹ نے کہا کہ اگر اسلام کی یہی تعلیم ہے جو حضور نے پیش کی ہے تو پھر یہ اسلام مستقبل میں یقیناً قابل قبول ہوگا۔ایک اور معزز شخصیت نے کہا کہ ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب پاکستان میں واحد عالم ہیں۔ایک وکیل نے کہا مجھے ڈر ہے کہ جسٹس منیر بھی مرزائی نہ ہو جائے۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور کو ان کی زندگی میں ہی پاکستان کے کلیدی عہدہ سے دستبردار ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا تھا۔جو لوگ یہ کہتے تھے کہ اگر ظفر اللہ خان وزارت خارجہ سے علیحدہ ہو جائے تو اس روز آدھے مرزائی مسلمان ہو جائیں گے۔آج چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو مستعفی ہوئے پچاس برس سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔آدھی جماعت تو ایک طرف رہی ،ایک احمدی نے بھی اس وجہ سے ارتداد کی لعنت کو قبول نہیں کیا۔اور احمدیوں کو اقلیت قرار دیئے ہوئے بھی تیس برس سے اوپر کا عرصہ بیت گیا جماعت ختم ہونے کی بجائے ترقی پر ترقی کرتی گئی۔اللہ تعالیٰ نے مخالفین کی کوئی حسرت باقی نہیں چھوڑی کہ وہ یہ سوچیں کہ اگر یہ ہو جاتا تو احمدیت ختم ہو جاتی ،اگر وہ ہو جاتا تو احمدیت ختم ہو جاتی۔کیونکہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا تھا۔دنیا کا کوئی ہاتھ اسے تباہ نہیں کر سکتا۔''

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 401،402)

فساد شروع کرنے والوں کا انجام:۔

بہت سے احراری لیڈر احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔مگر ان کے امیر شریعت جناب سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تو حد ہی کر دی تھی جیسا کہ ان کے بیانات میں گزشتہ لکھ چکا ہوں۔مجلسِ احرار کے دوسرے لیڈر اپنے امیرِ شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کو چھوڑ کر دوسری سیاسی جماعتوں میں شامل ہونے لگے۔چنانچہ

''جب عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کو خبر ملی کہ اُن کے رفقاء اُن کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار پنجابی کے دوہے پڑھتے تھے جس کا مطلب تھا کہ ''جن کا دعویٰ تھا کہ ہم تیرے ساتھ مریں گے وہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔''....عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کو آخری عمر میں جب سب چھوڑ چھاڑ گئے تو وہ اکثر اپنی عبرتناک حالت کا ذکر بڑی حسرت سے کرتے تھے۔آخری عمر میں ایک بار ایک صحافی آپ کے پاس آیا تو دیکھا کہ ملتان میں ایک کچے سے مکان میں آپ کی رہائش ہے۔اُس نے پوچھا کہ اب جب کہ آپ اتنے بیمار ہیں ،کیا کبھی آپ کو کبھی کوئی پوچھنے بھی آیا ہے؟انہوں نے بڑی حسرت سے کہا:۔

''بیٹا جب تک یہ کتیا (زبان) بھونکتی تھی، سارا برصغیر ہندو پاک ارادت مند تھا۔اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتا ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں۔''

خدا کی شان ہے کہ اسی زبان نے ہزار ہا مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تھی۔اور اب شاہ جی خود اسے کتیا کا نام دے رہے تھے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 428،427)

''عبدالستار نیازی صاحب اشتعال انگیز کاروائیوں میں پیش پیش تھے۔جب انہیں یہ خطرہ دکھائی دیا کہ شاید انہیں گرفتار کر لیا جائے تو انہوں نے ایک استرے کی مدد حاصل کی۔کسی پر حملہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی داڑھی سے نجات حاصل کرنے کے لئے۔اس طرح وہ بھیس بدل کر کے باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے مگر کچھ روز کے بعد انہیں گرفتار کر لیا گیا۔اور سول اینڈ ملٹری گزٹ کی رگِ ظرافت پھڑکی تو ان کی دو تصویریں 'Before' اور 'After' کے عنوان کے ساتھ شائع کر دیں۔ایک میں موصوف ایک ضخیم داڑھی کے ساتھ تھے اور دوسری میں داڑھی غائب تھی۔''

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 419)

جماعت احمدیہ کی ترقیات کی صرف معمولی سی جھلک:

1934ء میں جب یہ احراری فتنہ اٹھا اور جماعت کے خلاف بلند و بانگ دعاوی کئے گئے کہ اب یہ لوگ جماعت کو ختم کر کے رکھ دیں گے۔انہی ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کے سامنے ایک اور الٰہی تحریک رکھی جسے ''تحریک جدید'' کہتے ہیں۔یہ تحریک جدید کیا تھی یہ دعاؤں اور انابت الی اللہ، تزکیہ نفس اسلامی تمدن وطریق کے مطابق زندگی بسر کرنے کی الہامی تحریک تھی چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کے بارہ میں فرمایا:۔

''احرار نے 1934ء میں شورش شروع کی اور اس قدر مخالفت کی کہ تمام ہندوستان کو ہماری جماعت کے خلاف بھڑکا دیا اس وقت مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر میں نے ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ تم احرار کے فتنہ سے مت گھبراؤ خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا.........کیونکہ خدا نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں اس کے مقابلہ میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے۔اور میں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔''

(الفضل 30 مئی 1935 بحوالہ سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ 295)

تحریک جدید کا قیام:۔

چنانچہ دشمن کونا کام کرنے اور خدا تعالیٰ کا نام بلند کرنے اور دنیا میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچانے کے لیے آپ نے تحریک جدید کا آغاز فرمایا اور جماعت کے سامنے قریباً 24 مطالبات رکھے جن کی مختصراً تفصیل یہ ہے:۔

سادہ زندگی:۔

آپ نے جماعت کو سادہ زندگی اختیار کرنے کی طرف پر زور توجہ دلائی جس میں ایک کھانا کھانے پر اکتفا بلکہ مہمانوں تک کے لیے بھی آپ نے یہی تجویز رکھی کہ لباس میں سادگی رکھیں بلاوجہ کپڑے نہ بنوائے جائیں اور عورتوں کو بھی خاص طور پر یہ ہدایت تھی کہ نہ زیادہ آرائش و زیبائش والے کپڑے بنوائیں اور نہ ہی بلاوجہ زیورات بنوائیں بلکہ نئے زیور بنوانے پر ایک مدت تک کے لیے پابندی لگادی اور اس ضمن میں فرمایا:۔

''جب ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ کو کیوں خوامخواہ ضائع کریں۔''

پھر علاج میں سادگی اختیار کرنے کی بابت اطباء اور ڈاکٹروں کو تحریک کی کہ وہ سستے نسخے تجویز کریں۔ سینما اور تماشوں کی ممانعت، شادی بیاہ میں بھی ضرورت سے زیادہ اخراجات نہ کرنے کی تلقین کی۔ مکانوں کی زیبائش کے بارہ میں فرمایا: کہ جب لوگ اوپر والی چیزوں میں سادگی اختیار کریں گے تو اس میں بھی لازماً خود بخود کمی آجائے گی۔

پھر آپ نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ دشمن کے مقابلہ کے لیے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گند الٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہے ہیں اس کا جواب دیا جائے.....اس کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے آدمیوں کی ضرورت ہے.....(سمجھ نہیں آئی) کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک اور مطالبہ آپ نے یہ کیا کہ ''ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں جو تین سال کے لیے اپنی زندگیاں وقف کریں'' گویا آپ نے وقف زندگی کا مستقل نظام بھی جاری فرمایا۔

چنانچہ جماعت کے افراد نے حضرت مصلح موعودؓ کے مطالبات پر دل و جان سے عمل کیا خواہ وہ مالی قربانی یا سادہ زندگی کا مطالبہ تھا، یا جانی قربانی یا وقف زندگی کا مطالبہ تھا۔ ہر مطالبے پر خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے لبیک کہا۔

اس تحریک جدید کی مقبولیت اور اس کے شیریں ثمرات خدا تعالیٰ کے فضل سے آج دنیا کے سب کناروں میں دیکھے اور محسوس کیے جاسکتے ہیں اور غیروں کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ تحریک جدید نے اس وقت جبکہ احرار اپنے زوروں پر تھے جو کامیابی حاصل کی اس کا ذکر ہم ایک معروف سیاسی شخصیت جناب مسعود کھدر پوش جو کہ مجلس احرار کے ایک پر جوش ممبر تھے کا بیان لکھتے ہیں۔ یہ بیان الفضل 12 جولائی میں مکرم سید میر محمود احمد صاحب کے مضمون میں درج ہے وہ بیان کرتے ہیں:۔

میں 1934ء میں مجلس احرار کا ایک پر جوش ممبر تھا اور بیان کیا کہ میں بھی قادیان کی اینٹ سے اینٹ

بجانے والے مجلس احرار کے اس تاریخی جلسے میں شمولیت کے لیے قادیان گیا تھا یہ بھی کہا کہ اس زمانے میں مجلس احرار ایک مضبوط اور بے حد مقبول پولیٹیکل پارٹی تھی اور اس وجہ سے ہمیں پورا یقین تھا کے پنجاب کے آئندہ ہونے والے الیکشن میں ہم اتنی واضح اکثریت حاصل کرلیں گے کہ پنجاب کی حکومت کے سب اداروں پر ہمارا کنٹرول ہو جائے گا۔اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یقین تھا کہ اس طرح مجلس احرار مرزائیت کا خاتمہ کردے گی۔

پھر کہا کہ ہمارے قادیان والے 1934ء کے جلسہ کے بعد جب آپ کے حضرت صاحب نے یہ اعلان کیا کہ میں احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں تو ہم اپنی پارٹی کی میٹنگز میں بہت ہنسے۔کیونکہ ہمیں آپ کے حضرت صاحب کی یہ بات دوراز قیاس لگی مگر کچھ عرصہ بعد ہی ہم (مجلس احرار) سے ایک شدید سیاسی غلطی سرزد ہوئی اور سچ مچ زمین ہمارے پاؤں کے نیچے سے نکل گئی۔ ہوا ایسے کہ مجلس شہید گنج والے معاملہ میں جو پالیسی اور راہ ہم نے اختیار کی وہ پنجاب کے مسلمانوں کو کسی صورت میں قابل قبول نہ تھی اور اس وجہ سے پنجاب کا تقریباً سارا مسلمان معاشرہ ہمارے خلاف ہو گیا اور اس وجہ سے ہم اس الیکشن میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہ کرسکے۔

پھر دوسری بات یہ ہوئی کہ آپ کے حضرت صاحب نے ایک جادو کی چھڑی نکالی اور جادو کی چھڑی سے انہوں نے مجلس احرار کو سخت زک پہنچائی۔ میں نے پوچھا کہ وہ جادو کی چھڑی کیا تھی؟ کہنے لگے ’’تحریک جدید‘‘۔ پھر کہا کہ شاید اس زمانہ میں آپ چھوٹے تھے اس لئے آپ کو یاد نہ ہو کہ جماعت احمدیہ اس وقت ایک چھوٹی سی غریب جماعت تھی اس کے پاس ترقی کرنے کے لیے نہ تو کافی مالی وسائل تھے اور نہ ہی مناسب تعداد میں اعلیٰ علم والے اور اعلیٰ انتظامی قابلیت رکھنے والے افراد۔اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے آپ کے حضرت صاحب نے فوراً ایک جامع پروگرام/لائح عمل اپنی جماعت کو پیش کیا۔اس سکیم سے ایک جانب تو انہوں نے اپنی ساری جماعت کو بہت ہی سادہ زندگی گزارنے کے لیے ایک ایسے پرجوش طریقے سے ایسا مائل کیا کہ جماعت احمدیہ کے قریباً سب ہی گھرانے ایسی سادہ زندگی گزارنے لگے کہ وہ لوگ بھی جن کا پہلے اپنی آمد میں گھر کا خرچ بھی پورا نہیں ہوتا اب اس سادہ زندگی گزارنے کی وجہ سے پیسے بچانے لگ گئے اور یہ بچائی ہوئی رقوم انہوں نے آپ کی جماعت کو چندے کی صورت میں دینی شروع کر دی۔اس طرح ایک دو سال کے عرصہ میں ہی آپ کی جماعت کے پاس اتنے فنڈز ہو گئے جن سے آپ کے حضرت صاحب نے ہمارے خلاف بہت سا لٹریچر پھیلا کر ہمیں کمزور کر دیا۔اس سادہ زندگی کے پروگرام کے ساتھ ساتھ آپ کے حضرت صاحب نے ایک علمی، اخلاقی اور انتظامی تربیت کا ایسا پرزور

پروگرام ترتیب دیا کہ چند سالوں میں ہی انہوں نے اپنی کمزور اور غریب جماعت میں سے ہی ایک تربیت یافتہ مضبوط لشکر پیدا کر دی اور اس لشکر نے ہمیں ہر فرنٹ پر شکست دے دی۔ یہ تھی وہ جادو کی چھڑی (تحریک جدید) جس کے بعد ہم پنجاب کی سیاست کے میدان میں کسی کو مونہہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

پھر اس واضح کامیابی کے بعد آپ کے حضرت صاحب نے اس جادو کی چھڑی کو اور لمبا کیا اور اس سے سب سے زیادہ اور بڑا فائدہ یہ اٹھایا کہ انہوں نے دنیا کے کئی ملکوں میں اپنے مشن قائم کر دیے۔ جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ ایک کمزور سی لوکل جماعت سے ترقی کر کے پہلی ایک نیشنل جماعت بنی اور پھر ایک انٹر نیشنل جماعت بن گئی۔''

(الفضل ربوہ 12 جولائی صفحہ 9)

1953 کے فسادات تو اس لئے رونما ہوئے تھے تا جماعت احمدیہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے مگر عملاً یہ ہوا کہ جماعت احمدیہ نے صبر و رضا کا بہترین نمونہ پیش کر کے نہ صرف خدا کے کئی نشان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حقیر قربانیوں کو نوازتے ہوئے تائید و نصرت کے ایسے سامان پیدا کیے کہ قائم شدہ جماعتیں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئیں اور بعض نئی جماعتوں کا قیام بھی عمل میں آیا خصوصاً ربوہ کے ماحول میں چک منگلا کے مشہور پیر منور الدین کے خلیفہ مجاز الحاج حافظ مولانا عزیز الرحمان منگلا جیسے عالم ربانی نے حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور پھر ان کے ذریعہ ہزاروں مرید حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ اور اس علاقہ میں یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 16 صفحہ 531)

جماعت کی ترقی اور دشمن کی ناکامی کا اعتراف غیروں کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ محمد اکرام صاحب ایم اے مئورخ پاکستان نے <موج کوثر> میں لکھا:۔

''عام مسلمانوں نے جس انداز سے قادیانیوں کی مخالفت کی ہے اس سے اس جماعت کو اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا فائدہ۔ قران نے مسلمانوں بلکہ مسلمانوں اور دوسری قوموں کے درمیان فوقیت پانے کے طریقہ یہ بتایا تھا کہ نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں اور اللہ انہیں جزا دے گا۔ انسانی زندگی کا یہ اٹل قانون دور حاضر کے بعض مناظرین نے پوری طرح نہیں سمجھا۔ عیب جوئی، مخالفت اور تشدد سے دوسرے فرقوں اور جماعتوں کی ترقی بند نہیں ہو سکتی جو فرد اپنی جماعت کی ترقی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیک کاموں میں دوسروں سے بڑھ جائے۔ ہمارے بزرگوں نے عام مسلمانوں

کونظم ونسق ، مذہبی جوش اور تبلیغ اسلام میں مرزائیوں پر فوقیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھائی بلکہ بیشتر فتووں اور عام مخالفت سے فتنہ قادیان کا سد باب کرنا چاہا ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب کسی قوم کے ساتھ بے جا سختی کی جائے تو اس میں ایثار اور قربانی کی خواہش بڑھ جاتی ہے چنانچہ جب کبھی عام مسلمانوں نے قادیانیوں کی مخالفت میں معمولی اخلاق ، اسلامی تہذیب اور رواداری کو ترک کیا ہے تو ان کی مخالفت سے قادیانیوں کو فائدہ ہی پہنچا ہے۔ ان کی جماعت میں ایثار اور قربانی کی طاقت بڑھ گئی اور ان کے عقائد اور بھی مستحکم ہو گئے ہیں۔''

(موج کوثر صفحہ 93 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 16 صفحہ 533)

۲۔ ایڈیٹر صاحب <اخبار صداقت> گوجرہ نے اعتراف کیا:۔

<احرار کی تحریک ناکامیوں سے پر ہے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ختم نبوت کا تحفظ آپ کے سامنے ہے:

تو کار زمیں را نکو ساختی

کہ با آسماں نیز برداختی

ربوہ موجود۔ اس کے کالج اور سکول موجود۔ پریس اخبار اور مبلغ موجود۔۔۔۔ ان کا عقیدہ اجرائے نبوت موجود۔۔۔۔ حق کو مٹانے والے آپ کون؟

(صداقت گوجرہ 20 جون 1958ء بحوالہ رسالہ الفرقان ربوہ اگست 1958)

۳۔ مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر <المنبر> نے اپنے اخبار میں متعدد بار جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی اور استحکام کا برملا اظہار فرمایا چنانچہ لکھا:۔

المنبر ۲۳ فروری ۱۹۵۴ء

''ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ ، تعلق باللہ دیانت ، خلوص ، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی ، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی ، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری ، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی ، مولانا عبدالجبار غزنوی ، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمھم اللہ وغفرلھم کے بارے ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔۔۔۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف

دہ ہوں گے۔۔۔۔۔لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (نور اللہ مرقدھم وبرمضاجعہم) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہان ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں(گزشتہ ہفتہ روس اور امریکہ کے دو سائنسدان ربوہ وارد ہوئے) اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس ۵۷۔۱۹۵۶ء کا بجٹ لاکھ روپیہ کا ہو۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 16 صفحہ 533)

اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنا بجٹ تو ہماری امریکہ کی چھوٹی جماعت کا بھی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ **الحمد لله والفضل ما شهدت به الاعداء .**

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو ان ابتلاؤں کے دور میں ایک عالمی شہرت بھی نصیب ہوئی اور دنیا کے دیگر ممالک میں نہ صرف ہمارے مزید مشن اور مساجد قائم ہوئیں بلکہ پریس میں بھی اس کا بہت چرچا ہوا۔ **الحمد لله علیٰ ذالک۔**

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار۔اور جماعت احمدیہ کی ترقیات وروشن مستقبل

(ازسید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ)

(قسط سوم)

تحریک جدید''جادو کی چھڑی'' کا ذکر کیا گیا ہے،حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک جدید سے نہ صرف دشمن احمدیت کے دانت کھٹے ہوئے اور زمین ان کے پاؤں کے نیچے سے نکلی بلکہ انہوں نے اس کا خود بھی اعتراف کیا۔تحریک جدید کی سکیم غلبہ اسلام کی بنیادی اینٹ ثابت ہوئی کیونکہ اس کے جواب میں جو جماعت احمدیہ کے افراد نے جواپنا ردعمل دکھایا یعنی انہوں نے واقعۃً اپنے امام کی قیادت میں سادہ زندگی اختیار کی اور پیسہ پیسہ بچا کر چندہ ادا کیا جس سے بیرونی دنیا میں تبلیغی مشن اور مراکز اور مساجد بنائی گئیں۔اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی گئی۔یورپ کے مما لک میں افریقہ کے مما لک میں اس تحریک جدید کے ذریعہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔جہاں اس سکیم کے ذریعہ مالی قربانی میں اضافہ ہوا وہاں جماعت کے نوجوان اب تک اس سکیم کے ذریعہ اپنی زندگیاں وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر کے اس پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا رہے ہیں۔اس سکیم کے ذریعہ جماعت کے افراد میں دراصل ایمانی روح پیدا ہوئی اور جو دشمن ہمیں نا کام کرنا چاہتا تھا صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا اس نے خود اعتراف کرلیا کہ وہ جماعت کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کام خلافت خامسہ کی قیادت میں اس وقت بھر پور طریقے سے جاری اور اپنی منزل کی طرف بڑے جوش وجذبہ سے رواں دواں ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بار بار احباب جماعت کے سامنے قربانیوں کی اہمیت اور مطالبات تحریک جدید پیش کریں تا کہ ساری جماعت قولاً وفعلاً اس میں شامل ہوں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:۔

> ''قادیان میں بھی اور بیرون جماعتوں میں بھی ہر جگہ جلسے کئے جائیں،لجنہ اماء اللہ الگ جلسے کرے،انصار اللہ الگ جلسے کریں،خدام الاحمدیہ الگ جلسے کریں اور تحریک جدید کے مطالبات اور اس کے اصول کو پھر تازہ کیا جائے اور جماعتوں میں بیداری اور ہوشیاری پیدا کی جائے دوبارہ تحریک جدید کو زندہ کر کے اور اس کے مطالبات کی اہمیت کو بتا کر لوگوں کے اندر زیادہ سے زیادہ قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا جائے۔''

(الفضل 15 نومبر 1946)

گزشتہ سال 5 نومبر 2010ء کو ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ

تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے 77ویں سال کا اعلان کرتے ہوئے قرآنی آیت کی روشنی میں انفاق فی سبیل اللہ کے بارہ میں بتایا اور جماعت کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ترقیات کا ذکر بھی فرمایا۔ آپ نے نصیحت فرمائی کہ:۔

’’تم قربانیاں پیش کرتے چلے جاؤ۔ انشاءاللہ جماعت کی یہ قربانیاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک دن ہماری قلیل تعداد کو کثرت میں بدل دیں گی۔ پس ہم نے کبھی نہیں تھکنا، کبھی نہیں تھکنا‘‘

حضور انور نے فرمایا:۔

’’لاہور کی جماعت نے گزشتہ دنوں بڑی تعداد میں جانوں کی قربانی کے نذرانے پیش کئے ہیں اور اب انہوں نے مالی قربانیوں میں بھی اپنے اس اعزاز کو برقرار رکھا ہے۔‘‘

حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر بھی بطور نصیحت جماعت کو سناتے ہوئے فرمایا:۔

’’ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے ....مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور اُن پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔‘‘ (الوصیت)

(ہفت روزہ بدر 3 تا 10 فروری 2011 صفحہ 21)

تحریک جدید کے مقاصد کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کا ایک ایمان افروز اقتباس:۔

’’اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرناء میں بھر دو ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرناء میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا تمہاری دردناک آوازوں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے اس غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے چھین کر وہ تخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دینا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے پس میری سنو اور میری بات کے

پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں ہے میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں تم میری مانو خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔'' آمین۔

(سیر روحانی صفحہ 286،287، جلد 3)

اب ہم جماعت احمدیہ کے ایک اور ابتلاؤں کے تاریخی دور میں داخل ہوتے ہیں۔ جب حکومت پاکستان نے 1974ء میں جماعت کو بلاوجہ قانونی اغراض ومقاصد کی خاطر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ آیئے اس ابتلاء کے دور کی کسی قدر مختصر روداد ''حیات ناصر'' مرتبہ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب سے لیتے ہیں۔ وہ کتاب ہٰذا کے صفحہ 397 پر لکھتے ہیں کہ:۔

''1974ء کا سال ایک عظیم ابتلاء لے کر آیا۔ اس وقت کی حکومت کی شہ پر پاکستان میں احمدیوں کے قتل وغارت اور لوٹ گھسوٹ کا بازار گرم رہا۔ معاندین نے احمدیوں کی مساجد، قرآن کریم کے نسخے اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیوں کے گھر نذر آتش کئے، کاروبار تباہ ہوئے، فیکٹریوں کو آگ لگائی گئی، کئی احمدی شہید کر دیے گئے، غرضیکہ احمدیوں کو بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو پہلے تحقیقاتی ٹریبونل میں بیان دینے کے لئے لاہور طلب کیا گیا اور پھر جرح کے لئے پاکستان قومی اسمبلی میں اسلام آباد بلایا گیا۔ کئی روز کی جرح کے دوران حضور نے جماعت احمدیہ کے عقائد کی خوب ترجمانی فرمائی۔

جماعت کے لیے یہ بہت نازک وقت تھا۔ حضور جماعت کی دلداری فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل کئی کئی راتیں جاگ کر مناجات کرتے رہے اور مخالفت اور ظلم وتشدد کے طوفان کے آگے مضبوط چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے اور اپنی دعاؤں اور اولوالعزمی سے اس کا رخ موڑ دیا۔

پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو آئین اغراض کی خاطر غیر مسلم قرار دیا۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا۔

''وَسِّع مَکَانَکَ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِین''

کہ تم اپنے مکان وسیع کرو۔ میں ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہوں۔

چنانچہ حضورؒ کے پاس جو بھی مصیبت زدہ احمدی ملاقات کے لئے آتا حضورؒ کو مل کر وہ تمام دکھ بھول جاتا اور تعلق باللہ اور توکل اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بشارتوں کے نتیجہ میں حضورؒ کے چہرے پر جو بشاشت تھی وہ ملاقات کے بعد ان چہروں پر بھی منتقل ہو جاتی اور وہ ہنستے مسکراتے باہر جاتے اور جو قربانیاں اللہ تعالیٰ ان سے لے رہا تھا ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔

پاکستان قومی اسمبلی کے اِس فیصلے کی کئی مسلمان حکومتوں نے توثیق کی اور عالمی سطح پر اس مسئلہ کو پہنچانے کی کوشش کی ۔ اس موقعہ پر آپ حضرت مصلح موعود کو دی جانے والی اس خدائی بشارت کے مصداق ہوئے جس میں کہا گیا تھا کہ:۔

’’میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا‘‘

(الفضل 18 اپریل 1915)

1974ء کے مصائب سے اس طرح بچ نکلنا حضرت مسیح موعودؑ کی اس دعا کا ثمرہ لگتا ہے جس میں حضور نے انصار دین کے لئے اپنے مولیٰ کے حضور جیسا کہ عرض کرتے ہیں:۔

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصر دیں است
بلائے اور بگردان، گر گہے آفت شود پیدا

اس طرح 1974ء سے جماعت احمدیہ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ حضور کو وَسِّعْ مَکَانَکَ کا جو الہام ہوا تھا اس کے پیش نظر حضور نے جماعت کے تربیتی اور تبلیغی اور دیگر روحانی پرگراموں میں وسعت پیدا فرمائی اور حضور کی حسن تدبیر اور دعاؤں کے نتیجہ میں یہی ابتلاء احمدیت کی غیر معمولی وسعت کا پیش خیمہ بنا۔

اسی سال حضور نے غیر ملکی مہمانوں کے لیے ربوہ میں کئی گیسٹ ہاؤس تعمیر کروانے شروع کیے۔ چنانچہ فضل عمر فاؤنڈیشن، مجلس انصار اللہ مرکزیہ وغیرہ کے گیسٹ ہاؤسز کے سنگ بنیاد رکھے گئے۔

بیرونی ممالک میں مساجد اور مشن ہاؤسز میں وسعت پیدا ہونے لگی، قرآن کریم کے تراجم کے کام کی رفتار بھی تیز ہونے لگی۔ جمہوریہ داہلوی کے دارالحکومت پورٹو رو میں پہلی احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا ۔ ہندوستان میں دھومی اور بنگس میں مساجد کے سنگ بنیاد رکھے گئے ۔ اور ہندوستان میں صوبہ آندھرا پردیش میں مری پیڑا میں مسجد کا افتتاح ہوا۔ اسی طرح گھانا میں فومیان میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تفسیر سورۃ مائدہ تا سورۃ توبہ شائع ہوئی۔ اس سال یوگنڈا کی زبان میں ترجمہ وتفسیر قرآن کی اشاعت ہوئی ۔ حضورؒ نے جلسہ سالانہ پر ’’حب الوطنی‘‘ کے موضوع پر افتتاحی خطاب اور ’’ہمارے عقائد‘‘ کے موضوع پر اختتامی خطاب فرمایا۔ اور جماعت کے افراد میں ایمان وایقان کی ایک نئی روح پھونک دی۔

1974ء کا سال جماعت کے لیے عظیم ابتلاؤں کا سال تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے بے شمار افضال اور نشان ظاہر ہوئے۔ مالی لحاظ سے بھی جماعت کے چندوں میں اضافہ ہوا۔

پاکستان میں بھی ہزاروں گھرانے احمدی ہوئے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

''ستمبر 1974ء کے بعد بعض علاقوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی رو چلائی ہے کہ وہاں (یعنی پاکستان میں) ہزاروں گھرانے احمدی ہو چکے ہیں اور جو احمدی ہوئے ہیں وہ دن بدن ایمان و اخلاص میں پختہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔''

(سہ ماہی مشکوٰۃ قادیان خلیفہ ثالث نمبر)

اور چندوں کے اضافے کے بارہ میں فرمایا:۔

''دنیا مان ہی نہیں سکتی کہ 1974ء کے سال کا چندہ اس پہلے امن کے سال کے مقابلہ میں سات لاکھ روپے زیادہ تھا۔''

1974ء میں جو دکھ معاندین کی طرف سے جماعت کو پہنچے وہ بلحاظ کمیت و کیفیت غیر معمولی تھے۔ حضورؒ نے جماعت کو اپنے پیغام میں ارشاد فرمایا:۔

''دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو کہ استعینوا بالصبر والصلاۃ استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو۔''

معاندین کی ایذا رسانیوں اور ردعمل کے بارہ میں حضورؒ کا جو تصور تھا اس کا اظہار حضور نے ان الفاظ میں کیا۔ فرمایا:۔

''ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ جو اپنی طرف سے ہمارا مخالف ہے.....اس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 نومبر 1975)

مولوی حضرات جماعت احمدیہ کو شروع دن سے ہی غیر مسلم سمجھتے آرہے ہیں اور اس پر کفر کے فتوے بانی جماعت احمدیہ کے وقت سے ہی لگ رہے ہیں، خود حضرت مسیح موعود کے زمانے میں آپ کے ساتھ یہ مناظرے اور مباحثات ہوئے اور یہ سلسلہ خلفاء کرام کے زمانہ تک چلتا آیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مولوی حضرات دلائل کے میدان میں عاجز آجاتے ہیں تو پھر حکومت وقت کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کیونکہ اور تو کچھ پیش نہیں جاتی۔ بائیکاٹ کر کے وہ دیکھ چکے ہوتے ہیں، قتل و غارت کر کے وہ خوش ہو چکے ہوتے ہیں، لوٹ مار اور مظلوم احمدیوں کے گھروں کو برباد کر کے کاروبار کو نقصان وہ پہنچا چکے ہوتے ہیں۔ ہر میدان میں جب ان کی جیت نہیں ہوتی، ہر میدان میں جب وہ ہار جاتے ہیں تو پھر حکومت وقت کو نہ صرف اپنے ساتھ ملاتے ہیں بلکہ اپنی گرفت میں لے کر مذہبی دباؤ ڈالتے ہیں۔ یہی کچھ

1974ء میں ہوا۔نام نہاد علماء نے جماعت کے خلاف ایک تحریک چلائی جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔
اور اس وقت کے وزیر اعظم جناب بھٹو صاحب کو مولویوں نے کہا کہ اگر آپ مرزائیوں کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں تو تاحیات اس ملک کے وزیر اعظم رہیں گے بلکہ یہاں تک کہا کہ آپ کے جوتے بھی صاف کرتے رہیں گے۔بھٹو صاحب تو یہی چاہتے تھے کہ ایک تیر سے دو شکار کریں انہوں نے قومی اسمبلی کے ذریعہ جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اس وقت کے وزیر اعظم نے بزعم خود اس نوے سالہ مسئلہ کو حل کر دیا۔پھر آپ دیکھیں کہ خود اس وزیر کا کیا انجام ہوا۔

میں یہاں پر اس موضوع کے متعلق بھی دو تین احادیث پیش کرتا ہوں۔ترمذی ابواب الایمان میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

> ”میری امت پر بھی وہی حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے۔اور اسقدر مشابہت ہوگی جسطرح ایک جوتی کو دوسری جوتی سے ہوتی ہے۔ اور بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئی تھی میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔“

(ترمذی۔ابواب الایمان۔باب افتراق ھذہ الامۃ، مشکوۃ۔کتاب الایمان۔باب الاعتصام بالکتاب)

یہ حدیث امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے امام ترمذی اور حاکم دونوں نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے بلکہ امام حاکم نے تو اسے مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اس حدیث پر سنی اور شیعہ دونوں مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جہاں پر امت کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے وہاں پر انہی فرقوں میں سے ایک فرقہ کے ”ناجی“ ہونے کی بھی خبر دی ہے اور جس کی ایک اہم علامت یہ بیان کی تھی کہ: مَا اَنَا علیہ و اصحابی۔کہ ان تہتر فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجی ہوگا اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ وہ جماعت میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ اور نقش قدم پر چلنے والی ہوگی۔

بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ کے متعلق ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس ”ناجی فرقہ“ کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ وہ متحد جماعت ہوں گے اور ظاہر ہے کہ حقیقی جماعت کا تصور بغیر امام کے نہیں ہوسکتا اس لئے جب نبی اکرم ﷺ نے آخری زمانہ کے فتنوں کا ذکر فرمایا تو حضرت حذیفہؓ نے دریافت کیا تھا کہ یارسول اللہ! ان حالات میں ہمارے لیے کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا: مسلمانوں کی اس جماعت میں شامل ہو جانا جس کا ایک امام موجود ہو اور اگر کوئی امام والی جماعت نہ ہو تو تمام فرقوں سے کنارہ کش رہنا خواہ درخت کی جڑیں کھا کر گزارہ کرنا پڑے

یہاں تک کہ موت آجائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فرقہ واریت اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے زمانے میں اگر تم خدا کا کوئی خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا خواہ تمہیں مارا جائے اور مال لوٹ لیا جائے۔

پس جماعت احمدیہ کو مبارک ہو! کہ وہ پیشگوئی جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی ان کے حق میں پوری ہوئی۔ اور وہ خدا کے قائم کردہ نظام خلافت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور اس راہ میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں لاہور میں جماعت احمدیہ کی مساجد پر حملہ کر کے نہتے عبادت گزار 80 سے زائد احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ پھر چند دن پہلے اسلامی ملک انڈونیشیا میں ایسی بربریت مشاہدہ میں آئی ہے کہ انسانیت ایسے ظلم سے کانپ اٹھتی ہے۔ نہتے احمدیوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر ڈنڈوں سے، چھریوں سے چاقوؤں سے، پتھروں سے مارا گیا اور مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ پھر لاشوں کی اس قدر بے حرمتی کی گئی کہ وہ لاشیں پہچانی بھی نہ جاتی تھیں۔ اے شہیدان احمدیت! تم پر لاکھوں سلام کہ تم نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی یاد تازہ کر دی اور دشمن احمدیت کے آگے گھٹنے ٹیکنے کی بجائے اپنے دین کو ہر قسم کی زندگی پر ترجیح دی خدا تعالیٰ تمہیں اس دنیا میں بھی سرفراز فرمائے اور آخرت میں تم اعلیٰ علیین کا درجہ پانے والے ہو۔ آمین۔

> ”آج ملت اسلامیہ کے تمام فرقے ایک دوسرے پر جو کفر کے فتوے لگا رہے ہیں اور انتشار کا شکار ہیں۔ لیکن 1974ء میں ان تمام فرقوں نے مل کر متفقہ طور پر جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور یوں یہ بنیادی علامت جماعت احمدیہ کے حق میں بڑی شان سے پوری کر دی کہ بہتر فرقے ایک طرف ہوں گے اور وہ حق پر نہیں ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ آج محض 72 فرقوں نے ہی جماعت احمدیہ کو اپنے سے الگ اور تنہا کر کے ناجی فرقہ ثابت نہیں کیا بلکہ صحابہ والی سب سے نیک اقدار اور اعلیٰ اخلاق بھی اس فرقہ میں من حیث الجماعت موجود ہیں جس کے غیر بھی معترف ہیں۔ پس آج روئے زمین پر ہر پہلو سے رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا نمونہ اور اسوہ زندہ کرنے والی ایک ہی جماعت ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی خاطر جان و مال اور وقت و عزت کی قربانیاں دے رہی ہے۔ وہی منفرد جماعت جسے آج کلمہ، اذان، تبلیغ، حج وغیرہ سے اسی طرح روکا گیا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ روکے گئے تھے ہاں وہی جماعت آج بیسویں صدی کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی مذہب کے نام پر جبر و تشدد کا نشانہ بن کر صحابہ رسول کی طرح صرف مظلوم ہی نہیں بلکہ ان کے صبر و رضا کا شیوہ بھی اختیار کیے ہوئے ہے۔ اور ایک امام کے ہاتھ پر ایسی متحد ہے کہ اس کے اشارے پر اٹھنے بیٹھنے والی ہے۔ کیا ایسی جماعت کی نظیر آج کی دنیا

میں کہیں پیش کی جاسکتی ہے۔''

(مسیح اور مہدی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نظر میں صفحہ:28 تا30)

پس 1974ء کے واقعات میں جہاں جماعت پر ابتلاء کا شدید دور آیا اور جماعت کے ہاتھ کشکول پکڑوانے کی پوری کوشش کی گئی مگر خدا کے دران گداؤں اور فقیروں نے صرف اور صرف خدا کے آگے مناجات کیں اور اپنی بے بسی کو خدا کے حضور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں پیش کیا:

''اے اللہ! ہمیں اپنی وہ خشیت عطا کر جو ہماری اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں ایسی اطاعت کی توفیق بخش جس کے ساتھ تو ہمیں اپنی جنت تک پہنچا دے اور ایسا یقین نصیب کر جو ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان کر دے۔ اور ہمیں اپنے کانوں، آنکھوں اور قوتوں سے فائدہ پہنچا جب تک کہ تو ہمیں زندہ رکھے اور ان قویٰ سے ہمارے وارث پیدا کر اور جو شخص ہم پر ظلم اور زیادتی کرے اس سے خود ہمارا بدلہ لے لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے خلاف ہماری مدد کر اور ہمیں اپنے دین کے بارہ میں مصیبت میں نہ ڈالنا اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم نہ بنا دینا۔ نہ ہی ہمارے مبلغ علم کو ہمارا روگ بنانا اور ہم پر ایسے حکمرانوں کو مسلط نہ کرنا جو ہم پر رحم نہ کریں۔

اے میرے رب! میری مدد کر اور میرے خلاف مدد نہ کر۔ اور میری نصرت فرما اور میرے خلاف دشمن کی نصرت نہ کرنا اور میرے لیے تدبیر وحیلہ نہ کرنا اور مجھے ہدایت پر قائم رکھ اور راہ ہدایت میرے لئے آسان بنا دے اور جو شخص مجھ پر زیادتی کرے اس مقابل پر میری مدد فرما۔''

(خزینۃ الدعاء)

1974ء کے فیصلہ کے بعد خدا تعالیٰ کے درویش صفت خلیفۃ المسیح مرزا ناصر احمدؒ نے جلسہ سالانہ پر ساری جماعت کے ساتھ بڑے درد کے ساتھ دعائیں کیں اور خدا تعالیٰ نے جماعت کو اپنی نصرت، طاقت اور قدرت کا نشان دکھایا وہی نشان جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد کے ساتھ کیا تھا کہ: **اِنِّی مُهِینٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَک وَ اِنِّی مُهِینٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَک**۔ ظالم تختہ دار پر لٹکا اور جماعت کی خدا تعالیٰ نے نصرت فرمائی۔

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات — ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات
مری خاطر دکھائیں تو نے آیات — ترحُّم سے مری سن لی ہر اک بات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات — عطا کیں تو نے سب میری مرادات
پڑا پیچھے مرے جو غولِ بد ذات — پڑی آخر خود اُس مُوذی پہ آفات
ہوا انجام سب کا نامرادی — فَسُبْحَانَ الَّذِی اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار۔اور جماعت احمدیہ کی ترقیات و روشن مستقبل

(از سید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ)

(قسط چہارم)

چھوٹے چھوٹے ابتلاء تو انفرادی طور پر آتے ہی رہتے ہیں اور جماعت احمدیہ مسلمہ کے افراد کو جو ہتھیار بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ’’دعا‘‘ کا دیا ہے اس سے بہت فائدہ اٹھاتے ،خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھاتے اور اپنی وفا کے نمونے رقم کرتے رہتے ہیں۔خاکسار ان مظالم اور ابتلاؤں کا ذکر کر رہا ہے جو انفرادی طور پر بھی متاثر کرتے ہیں اور پھر ان ابتلاؤں میں مخالفین کو حکومت وقت کا بھی بھر پور ساتھ حاصل ہوتا ہے۔کیونکہ ملکی قوانین سے ظالم دشمن بہت فائدہ اٹھاتا ہے۔اس قسم کا ایک اور ہولناک طوفان بلکہ جماعت کے لیے ایک سونامی 1984ء میں آیا جب پاکستان کے ایک آمر جنرل ضیاءالحق نے احمدیت کے قافلہ کی ترقی روکنے کے لیے جماعت کو ایک ’’ناسور‘‘ اور کینسر سے تشبیہ دے کر جماعت کے خلاف سارے ملک میں آگ بھڑکائی اور پھر ایسا آرڈیننس جاری کیا جس سے جماعت کی شہ رگ یعنی خلافت پر ہاتھ ڈالا جائے اور اس وقت جماعت اگر کچھ بھی احتجاج کرے تو اسے نعوذ باللہ کچل کر رکھ دیا جائے۔

اس بدنام زمانہ آرڈیننس کے مطابق جو اپریل 1984ء میں نافذ کیا گیا تھا کوئی احمدی اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا،کوئی احمدی ’’السلام علیکم‘‘ نہیں کہہ سکتا،کوئی احمدی اذان نہیں دے سکتا،نماز نہیں پڑھ سکتا،قرآن نہیں پڑھ سکتا، مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتا اور کوئی بھی اسلامی اصطلاح استعارۃً یا کنایۃً استعمال نہیں کر سکتا۔

اور اگر کوئی احمدی ایسا کرے گا تو اسے جرمانہ کی سزا کے علاوہ جیل میں بھی ڈالا جائے گا۔گویا ہر طریق سے احمدیوں کا راستہ مسلمان ہونے کا بند کر دیا گیا۔اب آپ ذرا سوچیں کہ ان حالات میں بظاہر جماعت کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔سب سے بڑی اہم بات یہ تھی کہ خلیفہ وقت پاکستان میں تھے اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ جونہی خلیفہ وقت نماز کے لیے یا خطبہ دینے کے لیے مسجد میں آئیں گے تو ہم ان کو گرفتار کرلیں گے۔کیونکہ حضور نے آتے ہی مسنون طریق کے مطابق منبر پر آتے ہی ’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ‘‘ کہنا ہے جو ان کی گرفتاری کے لیے کافی دلیل ہے۔اور یہی جرم ان کی گرفتاری کے لیے کافی ہے۔اور جیسے ہی خطبہ اولیٰ اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھیں گے تب بھی گرفتاری،نماز پڑھائیں گے تب بھی مجرم،گویا ہر لحاظ سے ہر طرف سے جماعت کو قید کر کے رکھ دیا گیا صرف اس جرم کی بنا پر کہ وہ خدا کا نام کیوں لیتے ہیں۔قرآن کریم میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ:۔

وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا باللّٰہ العزیز الحمید۔

''اور وہ صرف اس بناء پر ان سے ناراض ہوئے کہ وہ کیوں عزیز اور حمید خدا پر ایمان لائے۔''

(البروج:9)

ان حالات میں جماعت کے احباب کے مشورہ اور دعا کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ربوہ پاکستان سے لندن ہجرت فرمائی ۔ یہ واقعہ جماعت احمدیہ بالخصوص ربوہ میں مقیم افراد کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا اور ہے کیونکہ اب تک ربوہ ہی مرکز خلافت تھا اور اچانک یوں خلیفہ وقت کا ہجرت کر جانا سب احمدیوں کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ بہر کیف سب نے خدا تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے کا عہد کیا اور دعاؤں میں اپنے اوقات کو صرف کیا۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے استعانت چاہی۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لندن پہنچے اس وقت جماعت کی ترقی کے لیے نئی منصوبہ بندی کی گئی۔ لیکن ان کا ذکر کرنے سے قبل پاکستان کے احمدیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا کچھ تذکرہ کرنا مناسب ہوگا۔

1984ء میں پاس کردہ اس آرڈیننس کی وجہ سے پاکستان کے احمدیوں پر ہر روز نت نئے ستم روا رکھے جانے لگے۔ جس کا سلسلہ آج تک قائم ہے۔ کوئی شخص بھی اگر پولیس میں جا کر یہ رپورٹ درج کروا دیتا کہ یہ مرزائی مجھے تبلیغ کر رہا تھا تو قطع نظر اس کے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے یا سچ اس احمدی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جاتا۔ یہ فرضی قصہ اور کہانی نہیں۔ درجنوں نہیں، سینکڑوں نہیں بلکہ اس وقت تک ہزاروں احمدیوں کو خدائے واحد لاشریک کی طرف بلانے کے جرم میں جیل میں ڈالا جا چکا ہے۔

(احمد پور شرقیہ میں میرے والد سید شوکت علی صاحب اور چند احمدیوں کو 1992ء میں ایک ایسے ہی مقدمے میں ملوث کر کے 15 دن تک جیل میں رکھا گیا۔ اور یہ مقدمہ آج تک زیر سماعت ہے)

اگر کسی نے پولیس میں جا کر یہ شکایت لگا دی کہ یہ قادیانی ہے اور اس نے مجھے ابھی ''السلام علیکم'' کی دعا دی ہے تو پولیس اسے فوراً جیل میں ڈال دیتی۔ کسی نے **بسم اللہ الرحمان الرحیم** اور السلام علیکم لکھا تو اسے یہ بابرکت کلمات لکھنے کے جرم میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا گیا بعض احمدی اس وجہ سے قید تھے کہ انہوں نے اپنے بچوں کی شادی کارڈ پر بسم اللہ اور السلام علیکم لکھا۔ اگر کوئی ہاتھ میں جماعتی کتاب پکڑے گزر رہا تھا تو اس کے خلاف مقدمہ کر دیا گیا۔ غرض یہ آرڈیننس دشمنان احمدیت کے لئے ایک ایسا کارڈ تھا جس کو جس وقت کوئی بھی چاہے جماعت احمدیہ کے خلاف استعمال کر سکتا تھا۔ پھر یہی نہیں مسجد ساہیوال میں جب مخالفین نے حملہ کیا تو اس وقت مسجد کی حفاظت پر مامور احمدی نے گولی چلائی جس پر مخالفین کے دو آدمی مارے گئے۔ مخالفین نے احمدیوں کے خلاف کیس دائر کر دیا اور گیارہ

احمدیوں کے خلاف پرچہ درج کر دیا گیا جس میں سات افراد کو اسی دن گرفتار کر لیا گیا۔ جب مقدمہ چلا تو سات میں سے صرف ایک کو بری کر دیا گیا دو کو سزائے موت اور چار کو عمر قید کی سزا دی گئی۔ سزائے موت کا حکم سننے والے مکرم محمد الیاس منیر صاحب اور مکرم رانا نعیم الدین صاحب تھے۔ دوران قید ان چھ احباب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام مشکلات اور مصائب کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خاکسار کو بھی فیصل آباد جیل میں جا کر مکرم الیاس منیر صاحب اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ ملنے کا موقع ملا ہے۔ ملاقات کے دوران یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوتی تھی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر ایک کے حوصلے بلند ہیں۔

ادھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دل ان اسیران راہ مولیٰ کی جدائی اور پھر انہیں دی جانے والی سزا پر خدا کے حضور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ سانحہ ساہیوال کے بارہ میں جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو رپورٹ بھجوائی گئی تو آپ نے ساری رات دعائیں کرتے ہوئے گزاری۔ ذرا سی دیر کو جو آپ کی آنکھ لگی تو آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو دیکھا جنہوں نے حضور کو السلام علیکم کہا۔ اس خواب سے حضور کو یقین ہو گیا کہ جماعت اس طوفان مخالفت میں سلامتی اور کامیابی کے ساتھ گزر جائے گی۔ اسیران راہ مولیٰ سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے مکرم الیاس منیر صاحب کو اپنے ایک خط میں لکھا:۔

''مجھے تو بعض دفعہ لگتا ہے کہ میرا جسم آزاد مگر اسیران راہ مولیٰ کے ساتھ قید میں رہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں کہاں کہاں رہتا ہوں۔''

ایک اور خط میں لکھا:۔

''اپنے دل کی کیفیت مزید کچھ نہیں لکھتا کہ تم بے چین نہ ہو جاؤ کیا تمہیں علم نہیں کہ کروڑوں احمدیوں کے دلوں کا چین تم چند مظلوم احمدیوں کے دلوں سے وابستہ کر دیا گیا ہے''

اپنی نظم ریکارڈ کر کے اسیران راہ مولیٰ کو جیل میں بھجوائی جس کے دو اشعار درج کرتا ہوں:۔

کیا تم کو خبر ہے رہ مولیٰ کے اسیرو　　تم سے مجھے ایک رشتہ جان سب سے سوا ہے

کس دن مجھے تم یاد نہیں آئے مگر آج　　کیا روز قیامت ہے کہ اک حشر بپا ہے

آپ نے اسیران کو حضرت مسیح موعود کی کتاب تذکرۃ الشہادتین کا مطالعہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ یہی وجہ تھی کہ کسی اسیر راہ مولیٰ کا سر دنیا کی عدالت کے سامنے اور پھانسی کی سزا کے اعلان کے بعد صدر کے سامنے رحم کی اپیل کرنے کو نہیں جھکا اس وقت حضور رحمہ اللہ نے ایک خطبہ میں فرمایا:۔

''ہم تو اس صاحب جبروت خدا کو جانتے ہیں کسی اور کی خدائی کے قائل نہیں اس لئے

احمدیوں کا سران ظالمانہ سزاؤں کے نتیجہ میں جھکے گا نہیں بلکہ اور بلند ہوگا یہاں تک کہ خدا کی غیرت یہ فیصلہ کرے گی کہ دنیا میں سب سے زیادہ سر بلندی احمدی کے سر کو نصیب ہوگی کیوں کہ یہی وہ سر ہے جو خدا کے حضور سب سے زیادہ عاجزانہ طور پر جھکنے والا سر ہے''

اس کے ساتھ ساتھ حضور رحمہ اللہ نے خود بھی دن رات اور احباب جماعت کو بھی بار بار دعاؤں کی تلقین فرماتے رہے اپنے ایک خط میں اس طرح عرض کیا:۔

''اے اللہ!..انہیں موت کی تنگ راہ سے گزارے بغیر ابد الآباد کی زندگی عطا فرما اور اسی دنیا میں انہیں اہل بقا میں شمار فرما لے اور مجھے یہ خیر کی بھیک عطا کر کہ میں انہیں اپنے سینہ سے لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دوں اور اپنے دل کی پیاس بجھاؤں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت کا نشان دکھایا، حضور رحمہ اللہ کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور تمام عالمگیر جماعت احمدیہ کے کروڑہا احمدیوں کی دعاؤں کو استجابت سے نوازا اور پھر سب نے ایک دن یہ خوشخبری سنی کہ الحمد للہ ہمارے یہ اسیران راہ مولیٰ رہا ہو کر ایک نئی زندگی پا گئے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسیروں کو ظالموں کی قید سے رہائی بخش تو حضور نے خدا تعالیٰ کے حضور حمد و ثناء کے گیت گاتے ہوئے ساری جماعت کے ساتھ جشن تشکر منایا اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اس خوشی کی وجہ صرف ایک ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف رویاء کے ذریعہ حضور انور کو ان معصوموں کی بریت کی اطلاع اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی آواز اور حضرت مرزا مظفر احمد صاحب اور حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان کو خواب میں دکھایا۔ جب خدا کی بات پوری ہوئی اور ان بے گناہوں کو رہائی ملی تو خدا تعالیٰ کے شکرانے کے طور پر یہ ظاہری خوشی بھی کی گئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

حضور انور نے 9 جون 1986ء کو اپنے ایک رویاء کا ذکر فرمایا کہ یہ آج ہی صبح عید کا تحفہ عطا ہوا تھا۔ جس میں حضور رحمہ اللہ کی حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بڑے پیار اور فرشتوں کی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک شعر (جو حضور نے فرمایا مجھے اس وقت یاد نہیں رہ سکا) جس کا مفہوم یہ تھا کہ شمع خود ہی پروانے کے پاس آ گئی ہے۔

حضور نے فرمایا اس رویاء میں بہت ہی عظیم الشان خوشخبری ہے اور یہ پیغام ہے ان کے نام بھی جو جماعت کی ترقی کے قدم جکڑنا چاہتے ہیں کہ تم ایک ملک میں جماعت کی ترقی کو روکنے کے لئے ساری جدوجہد کر رہے ہو۔ مگر خدا سارے جہان میں اپنی نصرتیں لے کر آئے گا اور تمام جہانوں میں اس جماعت کو غلبہ نصیب ہوگا یہ خوشخبری تھی جو عید کے

لئے عطا ہوئی اور جماعت کی امانت تھی جو میں جماعت کے سپرد کرتا ہوں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جون 1986ء صفحہ 5)

جہاں حضور انور نے ابتلاؤں اور مشکلات اور فتنوں اور مظالم کا ذکر کیا جو جماعت پر ہو رہے تھے وہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی خوشخبریوں سے بھی جماعت کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی۔

10 جون 1988ء کو حضور نے پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق اور ان کے ساتھیوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اور اس سے اگلے خطبہ 17 جون 1988ء میں حضور نے جماعت کو دعاؤں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

''تمام جماعت احمدیہ کی ایک بڑی ذمہ داری ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے رویاء میں مجھے توجہ دلائی ہے، میں نے رویا میں دیکھا کہ نہایت پرشوکت انداز میں اور بڑی قوت کے ساتھ جماعت کو عبادات کے قائم کرنے، عبادات کے معیار کو بلند کرنے، نمازوں میں آگے قدم بڑھانے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں، رویاء میں اس مضمون کو میں اس طرح بیان کر رہا ہوں کہ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی وجہ سے تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ گے تو یہ خیال غلط ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک تم خدا کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں لکھے جاؤ گے اس لئے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو۔''

(ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید جون 1988ء صفحہ 4)

جماعت احمدیہ نے حضور کے ارشادات کے مطابق عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی طرف توجہ دی اور خدا تعالیٰ نے جلد ہی جماعت احمدیہ کے حق میں عظیم الشان نشان ظاہر کیا۔ مباہلہ کے چیلنج کے صرف دو ماہ کے اندر اندر 17 اگست 1988ء کو ضیاء الحق عبرت کا نشان بن کر ہمیشہ کے لئے جماعت احمدیہ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔ اس کا طیارہ سی ون تھرٹی جو سب سے محفوظ طیارہ شمار ہوتا ہے فضا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ چنانچہ نوائے وقت کراچی میں یہ خبر جلی حروف میں یوں شائع ہوئی:۔

''صدر ضیاء کے طیارے کے المناک حادثہ کا آنکھوں دیکھا حال۔ طیارے نے تین بار غوطہ لگایا اور پھر منہ کے بل زمین پر آگرا۔ دھماکے سے پھٹنے کے بعد طیارے کے ٹکڑوں میں آگ لگ گئی۔ قرب وجوار کے درخت بھی جل گئے۔ ملبے سے رات تک 8 جلی ہوئی نعشیں نکالی جا چکی تھیں۔ جسموں کے ٹکڑے بکھر گئے۔''

(نوائے وقت 18 اگست 1988ء)

خدا کے خلیفہ کے یہ الفاظ بڑی شان سے پورے ہوئے:۔

’’جماعت احمدیہ کا ایک مولیٰ ہے، زمین وآسمان کا خدا ہمارا مولیٰ ہے، لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولیٰ نہیں، خدا کی قسم جب ہمارا مولیٰ ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ **خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام ونشان مٹا دیئے جائیں گے۔ ہمیشہ دنیا تمہیں ذلت اور رسوائی کے ساتھ یاد کرے گی۔**‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 1984)

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اٹھے ہیں جو خاک کے بگولے

خدا اڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا

دشمن کا عبرتناک طور پر ہلاک ہونا ایسا وقت ہوتا ہے جب کہ طبعاً ہر کسی کا دل خوشیاں منا رہا ہوتا ہے لیکن ایسے وقت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جماعت کو اپنے 19 اگست 1988ء کے خطبہ جمعہ میں نصیحت فرمائی۔ آپ نے اپنے خطبہ کو ان الفاظ سے شروع فرمایا کہ پنجابی کے ایک صوفی منش شاعر میاں محمد بخش کا ایک شعر ہے کہ:

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے سجناں وی مر جانا۔

آپ نے فرمایا کہ ہماری تربیت میں یہ بات شامل ہے کہ دشمن کی موت پر بھی ہم خوشی نہیں کرتے۔ لیکن بعض مواقع ایسے بھی آجاتے ہیں کہ بعض اموات کا خوشیوں کے ساتھ تعلق بن جاتا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کی روشنی میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:. و یومئذ یفرح المؤمنون . بنصر اللّٰہ . آج کے دن مومن خوش ہیں اس لئے نہیں کہ دشمن مارا گیا بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد کے آنے پر خوش ہیں۔ حضور رحمہ اللہ نے جماعت احمدیہ کے سربراہ کی حیثیت سے اس طیارہ کے حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کے ورثاء کو تعزیت کے پیغامات بھی بھجوائے۔ پس احمدی اس لئے خوش ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کو آسمان سے نازل ہوتے خود دیکھ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے مباہلہ کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ دشمنان احمدیت کو ہلاک کیا بلکہ جماعت کو نصرت پر نصرت اور ترقیات پر ترقیات اور کامیابیوں پر کامیابیاں عطا فرمائیں۔ آیئے اس کی ایک جھلک مشاہدہ کرتے ہیں۔ مکرم نصیر احمد قمر صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ انٹرنیشنل الفضل کے ایک مضمون سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جو الفضل انٹرنیشنل کی 21 مئی تا 27 مئی 1999ء کی اشاعت میں شائع ہوا آپ لکھتے ہیں کہ:۔

’’جماعت احمدیہ کی تاریخ الٰہی نصرت کے نشانوں سے اس طرح بھری پڑی ہے کہ گویا ان

کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رہے ۔ دنیا کا کوئی خطہ نہیں جو ان نشانات سے خالی ہو ۔ خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ سے صدق واخلاص اور وفا کا تعلق رکھنے والے تمام احمدی ان نشانوں کے گواہ ہیں ۔ صرف ذاتی اور انفرادی طور پر یا مقامی اور ملکی سطح پر ہی نہیں بلکہ عالمی پیمانے پر ساری جماعت احمدیہ عالمگیر کے ساتھ خدا تعالیٰ کا جو خاص فضل اور احسان کا غیر معمولی سلوک ہے اور اس کی نصرت کے جو نشان موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں ان کا احاطہ تو درکنار ان کا تصور بھی کسی انسان کے بس میں نہیں ۔.....

...... ۱۹۸۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ پاکستان سے بتقدیر الٰہی ہجرت کر کے لندن تشریف لائے تو جماعت ایک نئے دور میں داخل ہوئی ۔ وہ دور جس میں مخالفتیں بھی انتہا درجہ کی ہوئیں یہاں تک کہ پاکستان کے اس وقت کے آمر نے اپنے اس ناپاک عزم کا کھلے بندوں اعلان کیا اور اس کا یہ پیغام انگلستان میں مولویوں کی ایک کانفرنس میں پڑھ کر سنایا گیا کہ وہ ''احمدیت کے کینسر'' کو ختم کر دے گا ۔ لیکن جس قدر مخالفت بڑھتی گئی اس سے کہیں زیادہ زور اور شدت کے ساتھ آسمان سے فرشتوں کی تائید نازل ہوتی چلی گئی اور وہ صدائے فقیرانہ حق آشنا جسے وہ دشمن بدنواد با کر ختم کر دینا چاہتا تھا وہ دیکھتے ہی دیکھتے شش جہات میں اس شان اور عظمت سے پھیلنے لگی کہ اس سے زمین ہی نہیں فضا بھی گونجنے لگی ۔ بڑی کثرت سے نئی مساجد کی تعمیر شروع ہوئی ۔ قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے اور اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں تراجم ہو کر پھیلنے لگا ۔ خدمتِ خلق اور ہمدردیٔ بنی نوع انسان کے کاموں میں نئی بلندیاں حاصل ہوئیں اور لوگ جوق در جوق اس الٰہی نظام سے وابستہ ہونے لگے ۔ ۱۹۹۳ء میں ہمارے محبوب امام خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے عالمی بیعت کی تحریک فرمائی تو چند ہزار سالانہ سے بڑھ کر یکدم دو لاکھ چار ہزار ۳۰۸ تک بیعتوں کی تعداد جا پہنچی ۔ آپ نے خواہش فرمائی کہ اگلے سال دوگنا ہوں تو خدا تعالیٰ نے ایسا بابرکت سلسلہ چلایا کہ یہ سلسلہ اس طرح بڑھتے بڑھتے ۱۹۹۸ء میں صرف ایک سال میں ۵۰ لاکھ چار ہزار ۵۹۱ بیعتوں تک جا پہنچا ۔ ادھر ایم ٹی اے کے ذریعہ احمدیوں کی تعلیم و تربیت اور ان میں دین کے استحکام اور تمکنتِ اسلام کا جو مبارک سلسلہ شروع ہوا تو وہ ہر سال نئی جہتوں میں نئی رفعتوں کو چھونے لگا ۔ کیا یہ سب خدا تعالیٰ کی نصرتوں کے عظیم نشانات نہیں ؟

دنیا حیران وسر گردان ہے کہ یہ چھوٹی سی اقلیت، یہ غریب اور بے کس اور بے سہارا جماعت شدید مخالفتوں کے باوجود کیسے اتنی بڑی بڑی مہمات دینیہ اس قدر کامیابی کے ساتھ سرانجام دے رہی ہے۔ہم انہیں کس طرح سمجھائیں کہ یہ سب اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے وعدوں کا فیض ہے۔

ہر روز نصرتوں کے نشان پرنشان ہیں　　　برکات ہیں یہ صدی خلافت کے نور کی

و ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم ۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲۱ رمئی تا ۲۷ رمئی ۱۹۹۹ء)

اس اقتباس میں ہلکی سی جھلک ان نصرتوں کی دکھائی گئی ہے اب اس کی تفصیل پڑھتے ہیں۔جیسا کہ متعدد بار لکھا جا چکا ہے کہ حضورؒ کو آرڈیننس 20 کی وجہ سے پاکستان چھوڑنا پڑااور آپ نے لندن ہجرت فرمائی۔ یہاں آکر سب سے اہم مسئلہ ساری جماعت کے ساتھ یعنی عالمگیر جماعت کے ساتھ خلیفہ وقت کے ساتھ رابطہ تھا۔شروع میں خلیفہ وقت کے خطبات کی کیسٹ تیار کروا کر سارے مشنوں کو بھجوائی جانے لگیں۔خاکسار ان دنوں مغربی افریقہ کے ملک گھانا اور پھر سیرالیون میں تھا۔ہمیں جوں ہی حضور کے خطبات کی کیسٹ ملتیں ہم اس کی کاپیاں کروا کر جماعتوں کو بھجواتے اور بعض اوقات اپنی موجودگی میں سنواتے اور ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ اور مقامی زبانوں میں ترجمہ کروا کر بھی تقسیم کیا جاتا جس سے جماعت کے اندر علمی وروحانی معیار بھی بڑھنے لگا۔خطبات کی کیسٹوں کا یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو MTA کی نعمت سے نوازا۔آیئے اس کی بھی تفصیل خلافت کی اہمیت و برکات مصنفہ مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب لندن سے لیتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔** (الصّف:10)

یعنی وہی ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو دین کے ہر شعبہ پر کلیتہً غالب کر دے۔خواہ مشرک برا منائیں۔

قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے یہ بات واضح طور پر لکھی ہے کہ اس کا تعلق آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے امام مہدی سے ہے۔اور اسلام کو ہر شعبہ میں اس کے زمانہ میں ترقی حاصل ہوگی۔اسی طرح قرآن کریم میں آخری زمانہ میں ہونے والی ترقیات اور برق رفتاری سے ہونے والی کامیابیوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔اس سلسلہ میں سابق صحیفوں میں بہت کچھ لکھا ہوا ملتا ہے۔ جیسا متی میں لکھا ہے:

''کیونکہ جیسا بجلی پورب سے کوند کر پچھم میں دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔''

(متی باب 24)

اسی طرح حضرت علی کا ایک قول ینابیع المودۃ میں یوں لکھا ہوا ملتا ہے:

''جب امام مہدی آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اہل مشرق و مغرب کو جمع کر دے گا''

(ینابیع المودۃ جز ۳۔ صفحہ ۹۰۔ از شیخ سلمان بن ابراہیم۔ طبع دوم۔ مکتبہ عرفان۔ بیروت)

اسی طرح حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

''اس (امام مہدی) کی بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی آواز سنو اس کی اطاعت کرو اور یہ آواز اس وقت کے تمام خاص و عام سنیں گے''۔

(قیامت نامہ۔ صفحہ ۴۔ از شاہ رفیع الدین مطبع مجتبائی دہلی)

اسی طرح سے انوار نعمانیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ:۔

''اللہ تعالیٰ شیعوں کی قوت سامعہ اور باصرہ کو اتنی تیز کر دے گا کہ اگر وہ ایک ملک میں ہوں اور امام مہدی دوسرے ملک میں تو وہ امام مہدی کو دیکھ سکیں گے سن سکیں گے اور اس کے انوار مشاہدہ کر سکیں گے اور آزادی سے بات چیت کر سکیں گے''

(انوار نعمانیہ۔ صفحہ ۱۶۰۔ بحوالہ تحذیر المسلمین۔ صفحہ ۷۰۔ مرتبہ عبدالرزاق ایم۔ اے۔ اللہ یار خان چکوال)

اسی طرح سے حضرت امام جعفر صادق صاحب فرماتے ہیں:۔

''ہمارے قائم (امام مہدی) جب مبعوث ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گروہ کی شنوائی اور بینائی کو بڑھا دے گا یہاں تک کہ یوں محسوس ہوگا کہ امام قائم (امام مہدی) اور ان کے درمیان کا فاصلہ صرف ایک برید (اسٹیشن) کے برابر رہ گیا ہے۔ وہ امام ان سے باتیں کرے گا وہ اس کی باتوں کو سنیں گے اور اسے دیکھیں گے جبکہ امام مہدی اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا رہے گا''۔

(بحار الانوار۔ جز ۵۲۔ صفحہ ۳۳۶۔ از شیخ محمد باقر مجلسی دار احیاء التراث العربی۔ بیروت)

نیز ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''مومن جو امام قائم (امام مہدی) کے زمانہ میں مشرق میں ہوگا اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہوگا اور اسی طرح جو مغرب میں ہوگا وہ اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مشرق میں ہوگا''۔

(بحار الانوار۔ جز ۵۲۔ صفحہ ۳۹۱)

اسی طرح سے حضرت امام باقر لکھتے ہیں کہ:۔

’’امام مہدی کے نام پر ایک منادی کرنے والا آسمان سے منادی کرے گا جسے مشرق اور مغرب کے سب لوگ سنیں گے ہر سونے والا سن کر جاگ اٹھے گا اور کھڑا ہونے والا بیٹھ جائے گا اور بیٹھنے والا اس آواز کے جلال سے کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس پر جو اس آواز کو سنے اور اس پر لبیک کہے‘‘

(بحارالانوار۔ جز۵۲۔ صفحہ ۲۳۰)

یہ وہ تمام پیشگوئیاں ہیں جو آنے والے امام مہدی کے زمانہ میں پوری ہونے والی تھیں۔ ان کا آغاز تو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ ہی سے ہو گیا تھا۔ لیکن اس کا نظارہ جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ کے زمانہ میں دنیا والوں نے کیا۔ کیونکہ ان پیشگوئیوں میں یہ بھی پیشگوئی تھی کہ:۔

’’امام مہدی کے نام پر ایک منادی کرنے والا آسمان سے منادی کرے گا۔‘‘

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امام مہدی کے نام پر MTA کے ذریعہ آسمان سے منادی کی جسے ساری دنیا نے دیکھا بھی اور سنا بھی۔ پھر اس کا خلافت رابعہ سے ہونا اس لئے بھی تقدیر الٰہی سے مقدر تھا کہ حدیث شریف میں ابن مریم کے آسمان سے اترنے کا ذکر موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ وہ ابن مریم ہی کے زمانہ میں ایسے سامان پیدا کرتا کہ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی والدہ محترمہ کا نام ’’مریم‘‘ ہی تھا اور خلفاء احمدیت میں سے ابن مریم ہی MTA کے ذریعہ سب سے پہلے آسمان سے گھر گھر میں اترا اور یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ ظاہری طور پر بھی پوری ہوئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

(خلافت کی اہمیت وبرکات صفحہ 255 تا 257)

نئے ممالک میں احمدیت کا نفوذ:۔

1982 میں خلافت رابعہ کے آغاز کے وقت جماعت 80 ممالک میں قائم تھی۔ 1984ء میں حضور کی ہجرت کے وقت جماعت 91 ممالک میں قائم ہو چکی تھی اور 2003ء میں حضورؒ کی وفات کے وقت جماعت 175 ممالک میں مضبوطی سے قدم جما چکی تھی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

مساجد کی تعمیر:۔

دور ہجرت کے پہلے سال 85-1984 میں نئی مساجد جو دنیا بھر میں قائم ہوئیں ان کی تعداد 32 تھی۔

1985-86 میں یہ تعداد 32 سے بڑھ کر 206 ہوگئی۔ 1986-87 میں 136 نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوتا رہا چنانچہ 1999ء میں 1524، 2000ء میں 1915، 2001ء میں 2570 اور ہجرت کے 19 سالوں میں مجموعی طور پر کل 13065 نئی مساجد جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں بنانے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

مختلف جماعتوں میں نئی جماعتوں کا قیام:۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور ہجرت میں نئی جماعتوں کے قیام میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ لندن میں آنے کے بعد پہلے سال یعنی 1984-85 میں 28 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور پھر اگلے سال 1985-86 میں یہ تعداد 254 ہوگئی۔ سال 1986-87 میں یہ تعداد بڑھ کر 258 ہوگئی۔ اس کے بعد اس میں سال بہ سال مسلسل حیرت انگیز اضافہ ہوتا رہا۔ اس رفتار کا اندازہ آخری تین سالوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ سال 1999-2000ء میں دنیا بھر میں 6175 مقامات پر جبکہ 2000 سے 2001ء میں 12343 مقامات پر نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ اور سال 2001-02ء میں دنیا بھر میں 4485 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اس طرح ہجرت کے 19 سالوں میں دنیا بھر میں 35358 مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

اسی طرح حضورؒ کے زمانہ میں عالمی بیعت کا بھی آغاز 1993ء میں ہوا اور دنیا کے مختلف ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ آغوش احمدیت میں آئے۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت سکولز:۔

1985-86ء میں غانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا اور یوگینڈا میں 31 ہائر سیکنڈری سکولز تھے۔ سیکنڈری کے علاوہ پرائمری اور نرسری سکولوں کی مجموعی تعداد 174 تھی۔ حضور کے دور مبارک میں کانگو اور آئیوری کوسٹ میں بھی سکولز کا قیام عمل میں آیا۔ 2003ء میں افریقہ کے آٹھ ممالک میں 40 ہائر سیکنڈری سکولز، 238 پرائمری سکولز اور 58 نرسری سکولز کام کر رہے تھے جن کی کل تعداد 373 تھی۔ گویا حضورؒ کے دور ہجرت میں 199 سکولز کا اضافہ ہوا۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت ہسپتال:۔

سال 1985-86ء میں سات ممالک غانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، لائبیریا آئیوری کوسٹ اور یوگنڈا میں 24 ہسپتال کام کر رہے تھے۔ ان ممالک میں مزید وسعت کے علاوہ اللہ کے فضل سے درج ذیل ممالک میں بھی ہسپتالوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے:

بورکینا فاسو، بینن، کانگو، کینیا، تنزانیہ۔ اور اس وقت افریقہ کے 12 ممالک میں احمدیہ کلینکس اور ہسپتال کی

تعداد 32 ہو چکی ہے۔اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کے انتظامات کے تحت دنیا بھر میں سینکڑوں کلینکس اور ہومیو پیتھک ڈسپنسریاں بھی کام کر رہی ہیں۔

(خلافت کی اہمیت و برکات)

خدا تعالیٰ کے ان انعامات افضال و برکات کو جس قدر بھی لکھنے میں اور اکٹھا کرنے میں طول دوں پھر بھی انصاف نہ ہو سکے گا۔لیکن ہم اپنے رب کا جس قدر بھی شکر ادا کریں یقیناً پھر بھی کم ہی ہوگا۔یہ سب ترقیات خدا تعالیٰ نے خلافت کی نعمت سے وابستہ کی ہیں اور جماعت احمدیہ کا مقدر رہیں گی۔انشاءاللہ۔

لارڈ ایرک ایوبری نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

''میں خاص طور پر آپ کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جن کی دانشمندانہ قیادت نے آپ کو مشکلات کے گرداب سے بچا لیا اور امید واثق ہے کہ ان کی قیادت جماعت احمدیہ کے لئے نہ صرف برطانیہ میں بلکہ پوری دنیا میں ایک روشن مستقبل پیدا کرے گی جس سے ساری انسانیت کو فائدہ ہوگا۔

(روزنامہ الفضل سالانہ نمبر 2002ء صفحہ 66)

یہاں پر ایک اور معاند احمدیت کا بیان بھی قلمبند کرنا افادیت کا موجب ہوگا۔مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنبر سلسلہ احمدیہ کے شدید معاند تھے انہوں نے 1956ء میں کھلے بندوں اعتراف کیا:۔

''ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمامتر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا،ان میں سے اکثر تقویٰ،تعلق باللہ،دیانت،خلوص،علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔سید نذیر حسین صاحب دہلوی،مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی،مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری،مولانا محمد حسین بٹالوی،مولانا عبدالجبار غزنوی،مولانا ثناءاللہ امرتسری اور دوسرے اکابر **رحمھم اللہ و غفر لھم** کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام

کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب 1953ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 57-1956 کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔(المنبر لائل پور 23 فروری 1956ء)

(بحوالہ تفہیمات ربانیہ صفحہ 656)

یہ گواہی 1956ء کی ہے یعنی آج سے 55 سال پہلے کی۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا قدم بہت تیزی سے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔جس پچیس لاکھ روپے بجٹ کا ذکر انہوں نے کیا ہے اب تو ہماری امریکہ کی سب سے چھوٹی جماعت کا بجٹ بھی اس سے کہیں زیادہ ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ابتلاؤں اور مظالم کے خوفناک ادوار۔اور جماعت احمدیہ کی ترقیات وروشن مستقبل

(ازسید شمشاد احمد ناصر لاس اینجلس امریکہ)

(قسط پنجم)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں، جل جانے دو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق یہ تھا کہ جب کبھی باہر کسی گاؤں یا شہر سے آپ کی ملاقات کے لئے کوئی احمدی آتا تو آپ اس سے دو سوال پوچھتے تھے۔ایک تو یہ کہ آیا ان کے شہر یا گاؤں میں مسجد ہے اگر نہ ہوتی تو آپ نصیحت فرماتے کہ مسجد ضرور ہونی چاہئے کیونکہ جہاں مسجد بن گئی سمجھو کہ تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈال دی گئی۔اور یہ فرماتے کہ خواہ چھوٹا ساتھڑا ہی بنالو یا اس پر گھاس پھونس کی چھت اور چھپر ہی ڈال لو۔دوسری بات حضور علیہ السلام یہ دریافت فرماتے کہ آیا وہاں پر جماعت کی مخالفت بھی ہے کہ نہیں کیونکہ مخالفت سے لوگ پھر تحقیق حق کرتے ہیں۔اور جو تعصب سے پاک ہو کر تحقیق کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے ہدایت کا راستہ یقیناً دکھادے گا اس ضمن میں ''ذکر حبیب'' مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ صفحہ 128 سے یہ حوالہ درج کرتا ہوں۔حضور کی مجلس میں مخالفین کا ذکر تھا کہ یہ لوگ بے جا حملے کرتے ہیں اور ناحق دل دکھاتے ہیں اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''یہ ہمارے سلسلہ کی رونق ہیں۔اگر اس قسم کے شور مچانے والے نہ ہوں تو رونق کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس نے مان لیا وہ تو اپنے آپ کو فروخت کر چکا اور مثل مردہ کے ہے وہ کیا بولے گا وہ تو زبان کھول ہی نہیں سکتا۔اگر سارے ابوبکر ہی بن جاتے تو پھر ایسی بڑی بڑی نصرتوں کی کیا ضرورت پڑتی جو حضرت نبی کریم ﷺ پر ظاہر ہوئی تھیں۔دیکھو سنت اللہ یہی ہے کہ پہلے سخت گرمی پڑے پھر برسات ہو پس تم خوش ہو کہ ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں جو اس نصرت اور فتح کو جو کروڑوں کوس دور ہوتی ہے ایک دو کوس کے قریب کھینچ لاتے ہیں۔اب ان معاملات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے......اب بحث مباحثہ کی کوئی ضرورت نہیں ہماری طرف سے خدا جواب دینے لگا ہے تو خلاف ادب ہے کہ ہم دخل دیں اور سبقت کریں جس کام کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ اس کو ناقص نہ چھوڑے گا کیونکہ اب اگر امن ہو جائے اور کوئی نشان نہ دکھایا جائے تو قریب ہے کہ ساری دنیا دہریہ بن جائے اور کوئی نہ جانے کہ

خدا ہے لیکن خدا اب اپنا چہرہ دکھائے گا۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 128)

مخالفت ہونی ضروری ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ الٰہی جماعتوں کو ترقی عطا فرماتا ہے اور یہ ان کی سچائی کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ یہ مخالفت دراصل جماعت کی ترقی کے لئے کھاد کا کام کرتی ہے۔ مخالفت کی یہ آندھیاں یہ طوفان اور مظالم ختم نہیں ہوئے بلکہ سب اپنی پوری طاقت اور شدت کے ساتھ جاری ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کا سبب بن رہے ہیں۔ گزشتہ سال 28 مئی 2010ء کو لاہور پاکستان میں جماعت کی دو بڑی مساجد پر دہشت گردوں نے حملہ کیا اور آن کی آن میں 86 معصوم اور نہتے احمدیوں کو جو مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کر رہے تھے پر حملہ کر کے شہید کر دیا گیا اور ایک سو سے زائد بری طرح زخمی ہوئے۔ احمدیوں پر جبکہ وہ نماز کی ادائیگی کر رہے تھے اور درود شریف سے اپنی زبانوں کو تر کئے ہوئے تھے گرنیڈ برسا کر خون کی ہولی کھیلی گئی۔ اس کی دو بڑی وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ جماعت کے خلاف جھوٹا پروپیگینڈا کیا جاتا ہے کہ احمدی حضرات آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ کیونکہ اس کا انکشاف ایک دہشت گرد کو پکڑے جانے کے بعد ہوا جس کا اخباروں میں بھی چرچا ہوا۔ اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس لئے احمدیوں کی مسجد پر گرنیڈ پھینکا اور ان احمدیوں کو اس لئے مارا کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کو نہیں مانتے۔ دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسے تمام دہشت گردوں کی پاکستان کا قانون بھی مدد کرتا ہے۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ 1974ء میں اور پھر 1984ء میں بدنام زمانہ آرڈیننس جاری ہوا۔ ایک تو یہ کہ احمدی حضرات قانون کی اغراض کی خاطر نان مسلم ہیں اور پھر یہ نہ اپنے آپ کو مسلمان کہلا سکتے ہیں نہ اذان دے سکتے ہیں۔ غرض کسی قسم کی کوئی اسلامی اصطلاح بھی استعمال نہیں کر سکتے یہ وہ قانون ہے جس کی مدد سے ہر دہشت گرد جماعت احمدیہ کے افراد کو روزانہ نشانہ بناتا رہتا ہے۔ پس جماعت احمدیہ کے افراد کو یہ سب کچھ مبارک ہو کہ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ہے۔

ایک مرتبہ کسی دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس اس بات کی درخواست کی کہ ہمیں اپنے علاقہ میں معاندین کی طرف سے تکلیف ہے اور وہ ہمارے ساتھ ظالمانہ سلوک کے علاوہ ہماری حق تلفی بھی کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور نصیحت فرمائی:۔

’’اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو۔ پیغبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ (۱۳) برس دکھ اٹھائے تم لوگوں کو اس زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچیں ہیں مگر آپ نے صحابہؓ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر کار سب دشمن فنا ہو

گئے۔ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریر لوگ بھی نظر نہ آئیں گے۔اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے۔اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چپ ہو جائیں گے۔اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے مگر خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے جو شخص دکھ دیتا ہے یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔کئی خط اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں صبر بھی ایک عبادت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔جب ایک شخص ایک کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اسے دکھ پر دکھ پہنچتا ہے تو آخر حمایت کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دکھ دینے اولے کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔صبر جیسی کوئی شئے نہیں ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 235)

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق کہ تم میں خلافت دائمی رہے گی، خلافت خامسہ کے بابرکت دور سے گزر رہی ہے۔الحمدللہ ثم الحمدللہ۔خلافت خامسہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ترقی کی منازل کی طرف رواں دواں ہے اور یہی بات معاندین کو اچھی نہیں لگتی کیونکہ انہوں نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ کسی طرح احمدیت کے پودے کو زمین سے ہی اکھیڑ کر پھینک دیں اور طرح طرح کے مظالم، اذیتیں روا رکھی جارہی ہیں تا کہ لوگ احمدیت سے بددل ہو کر احمدیت کو نعوذ باللہ چھوڑ دیں لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا اور ہمیشہ کی طرح مخالفین ومعاندین کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔انشاء اللہ۔

آیئے اب خلافت خامسہ کے بابرکت دور میں جو سب سے بڑا ابتلاء جماعت پر آیا جس سے وہ بڑی ہمت اور صبر کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے گزرے اور شاہراہ احمدیت پر رواں دواں ہیں۔احمدیت کا یہ قافلہ بڑی آب وتاب کے ساتھ دشمن کی آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوئے منزل مقصود کی جانب بڑھ رہا ہے۔کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہماری منزل ہمارا مقصود ومطلوب کوئی سیاسی ہے یا کسی حکومت سے تعلق رکھتا ہے یا ہم اس قسم کا کوئی غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔بالکل ایسا نہیں ہے۔بلکہ ہمارا مقصود ومطلوب صرف اور صرف خدا تعالیٰ کو پانا ہے اور نوع انسانی کی خدمت کرنی ہے اس مقصد کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ تشریف لائے اور اس جماعت کی بنیاد رکھی۔آپ نے کئی جگہ اس

امر کا اظہار فرمایا ہے کہ میرے آنے کا مقصد یہ ہے تا میں لوگوں کو دو بنیادی باتوں کی طرف توجہ دلاؤں یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی ۔آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے تا کہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح ہر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے ۔(ملفوظات جلد۲صفحہ 52)

اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

’’میں خدا تعالیٰ پر ایسا یقین پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کے زہر سے بچ جاوے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔اس کی موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اس کو ملے۔گناہ سے لذت پانے کی بجائے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد۲صفحہ:276)

ایک اور جگہ آپ اپنی آمد کا مقصد یوں بیان کرتے ہیں:

’’اس نے مجھے اس صدی پر مامور کر کے بھیجا ہے تا کہ دین اسلام کو زندہ کروں۔‘‘

(ملفوظات جلد3 صفحہ 145)

فرمایا:۔

’’ہمارا اصل منشاء اور مدعا آنحضرت ﷺ کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا ہے‘‘

(ملفوظات جلد۳ صفحہ 289)

ایک جگہ آپ اس طرح فرماتے ہیں کہ:

’’مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے تا کہ میں اسلام اور آنحضرت ﷺ کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کروں۔‘‘

پس یہ ہمارا مقصود اور ہماری منزل اور ہماری مراد ہے اور اس راہ میں جان کی کیا پرواہ، جاتی ہے اگر تو جانے دو۔

28 مئی 2010ء کے واقعہ کا ذکر خاکسار نے کیا ہے۔عین اس وقت جب ہمارے احمدی احباب اپنی مساجد میں جمع ہو کر نماز جمعہ کی ادائیگی کر رہے تھے ان پر گرنیڈ پھینک کر بندوقوں کے ساتھ حملہ کر کے نہتے لوگوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ ہمارے امام سیدنا مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الفتوح لندن میں خطبہ جمعہ دیا۔ایک طرف جماعت کی مساجد پر حملہ ہے اور دوسری طرف ہمارا امام جماعت کی راہنمائی فرماتا ہے کہ الٰہی جماعتوں پر ایسا وقت آتا ہے اس لئے ہمیں قرآنی احکام کے مطابق اور رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ اپناتے ہوئے صبر سے کام لینا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنی چاہئیں۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28 مئی 2010ء میں فرمایا:۔

''لاہور میں دو مساجد پر ماڈل ٹاؤن میں اور دارالذکر میں بڑا شدید حملہ ہوا ہے۔اسی طرح کنری میں بھی جلوس نکالے گئے ہیں۔اسی طرح اور جگہوں پر بھی دنیا میں مولویوں کے پیچھے چل کر مختلف ممالک میں مخالفت ہو رہی ہے۔کیا یہ مخالفتیں احمدیت کو ختم کر دیں گی؟ کیا پہلے کبھی مخالفتوں سے احمدیت ختم ہوئی تھی؟ ہرگز نہیں ہوئی اور نہ یہ کر سکتے ہیں۔ہاں ان کو ضرور اللہ تعالیٰ کی پکڑ عذاب کا مورد بنا دے گی''۔

حضور نے فرمایا:۔

''جب یہ دشمنیاں بڑھ رہی ہیں، بلکہ دشمنی میں بعض جگہ کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے، معمولی اضافہ نہیں اور یہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ہمیں دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت بھی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔باوجود ساری مخالفتوں کے، باوجود تمام تر روکوں کے، باوجود اس کے کہ شیطان ہر راستے پر بیٹھا ہوا ہے سعید فطرت لوگوں کے ذریعے ملائکۃ اللہ بھی حرکت میں ہیں اور سعید فطرت لوگ جو ہیں جماعت میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے اور زیادہ سے زیادہ برکات کو سمیٹنے اور شیطان کے ہر حملے سے بچنے کے لئے دعاؤں کی طرف اور اپنی اصلاح کی طرف ہمیں انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

.... یہ جو اجتماعی نقصان پہنچانے کی مخالفین نے کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا بدلہ لینے پر قادر ہے۔کس ذریعہ سے اس نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا ہے؟ کس طرح اس نے ان فساد اور ظلم بجا لانے والوں کو پکڑنا ہے، یہ وہ بہتر جانتا ہے۔لیکن یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی غیرت کو بار بار للکار رہے ہیں اور ظلم میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عبرت کا نشان بنا دے۔اور انشاءاللہ تعالیٰ یہ ہوگا۔

جیسا کہ میں نے کہا احمدی اپنی دعاؤں میں مزید درد پیدا کریں۔اللہ تعالیٰ ان کے تکبر، ان کی شیطنت، ان کی بڑائی، ان کی طاقت کے زعم کو اپنی قدرتوں اور طاقتوں کا جلوہ دکھاتے ہوئے خاک میں ملا دے۔اللہ تعالیٰ احمدیوں کے ایمان اور ایقان میں ترقی دیتا چلا جائے۔اور یہ ابتلاء کبھی ہمارے ایمان میں کمزوری کا باعث نہ بنے۔تمام دنیا کے احمدی پاکستان کے احمدیوں کے لئے آج کل بہت دعا کریں۔بڑے شدید تنگ حالات ہیں۔اسی طرح مصر کے اسیران کے لئے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی بھی جلد رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ ہندوستان میں بھی گزشتہ دنوں کیرالہ میں دو تین احمدیوں پر غلط الزام لگا کر اسیر بنایا گیا ہے۔ان کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ان اسیروں، زخمیوں اور شہیدوں کی قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی اور شیطان اور اس کے چیلے کبھی کامیاب نہیں

ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم فرمائے اور آئندہ ہر ابتلاء سے ہر ایک کو محفوظ رکھے‘‘۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 04/جون تا 10/جون 2010ء صفحہ 8)

’’سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز نے 4/جون بروز جمعۃ المبارک مسجد بیت الفتوح لندن میں خطبہ جمعہ میں 28/مئی 2010ء کو لاہور میں دو احمدیہ مساجد پر دہشتگردوں کے حملہ اور اس کے نتیجہ میں بیسیوں احمدیوں کی شہادت کے اندوہناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے دنیا بھر کے احمدیوں اور شہداء اور ان کے پسماندگان کے ردّ عمل کا بہت ہی دلگداز ذکر فرمایا۔

حضور نے فرمایا کہ گزشتہ ہفتے میں ہزاروں خطوط معمول کے ہزاروں خطوط سے بڑھ کر مجھے ملے اور تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا، جس میں لاہور کے شہداء کی عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا گیا تھا۔ ہر ملک کا باشندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کی بیعت میں آنے کی توفیق دی، یوں تڑپ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا یا کر رہا ہے جس طرح اس کا کوئی انتہائی قریبی خونی رشتے میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ بنا ہے۔اور پھر جن کے قریبی عزیز اس مقام کو پا گئے، اس شہادت کو پا گئے، ان کے خطوط تھے جو مجھے تسلیاں دے رہے تھے اور اپنے اس عزیز، اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے رب کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستان رقم کر رہے تھے۔

حضور نے فرمایا کہ پھر میں نے جب ہر گھر میں فون کر کے تعزیت کرنے کی کوشش کی تو بچوں، بیویوں، بھائیوں، ماؤں اور باپوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں لیکن فون پر ان کی پُر عزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے مؤمنین کے اس ردّ عمل کا اظہار بغیر کسی تکلف کے کر رہے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ہم پورے ہوش وحواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔ یہ ایک ایک دو دو قربانیاں کیا چیز ہیں ہم تو اپنا سب کچھ اور اپنے خون کا ہر قطرہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔اس لئے تیار ہیں کہ آج ہمارے لہو، آج ہماری قربانیاں ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار اور اعلان دنیا پر کریں گی۔ ہم وہ لوگ ہیں جو قرونِ اولیٰ کی مثالیں قائم کریں گے۔ہم ہیں جن کے سامنے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم نمونہ پھیلا ہوا ہے۔

حضور نے شہداء اور زخمیوں کے صبر و رضا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ صبر و رضا کے پیکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بے چین دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے، گھنٹوں

اپنے زخموں اوران میں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے، لیکن زبان پر حرفِ شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن سے بیشک قربانیاں تو خدا تعالیٰ نے لی ہیں، لیکن اس کے فرشتوں نے ان پر سکینت نازل کی ہے۔

حضور نے شہدا کی جرأت و بہادری کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح ایک نوجوان نے دشمن کے ہینڈ گرینیڈ کو اپنے ہاتھ پر روک لیا اس لئے کہ واپس اس طرف لوٹا دوں لیکن اتنی دیر میں وہ گرینیڈ پھٹ گیا اور اس نے اپنی جان دے کر دوسروں کی جان بچالی۔ ایک بزرگ نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر نوجوانوں اور بچوں کو بچالیا۔ حملہ آور کی طرف ایک دم دوڑے، اور ساری گولیاں اپنے سینے پر لے لیں۔

حضور نے بتایا کہ دو دہشت گرد جو پکڑے گئے ہیں، انہیں بھی ہمارے ہی لڑکوں نے پکڑا اور پکڑنے والا بھی بظاہر جسمانی لحاظ سے بڑے ہلکے جسم کا مالک تھا، لیکن ایمان سے بھرا ہوا تھا۔

حضور نے فرمایا کہ یہ فرشتوں کا اترنا اور تسکین دینا جہاں ان زخمیوں پر ہمیں نظر آتا ہے وہاں پیچھے رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے اس خاص فضل کی وجہ سے تسکین پا رہے ہیں۔ ایسے ایسے عجیب نظارے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمائے ہوئے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ جو اللہ کا حقیقی بندہ ہے، جزع فزع کی بجائے، شور شرابے اور جلوس کے بجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے جب صبر اور دعاؤں میں اپنے جذبات کو ڈھالتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

حضور انور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ارشاد کے حوالہ سے بتایا کہ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ حضور نے فرمایا کہ پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے۔

حضور نے فرمایا کہ لاہور کے لوگوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ

لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں اور لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔ پس یہ آپ لوگوں کا اعزاز ہے جسے آپ لوگوں نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو صبر اور دعا سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ پس خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح علیہ السلام کے ذریعے دی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ میرے نزدیک دشمن نے صرف جانی نقصان پہنچانے کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مقصد تھے ایک تو خوف پیدا کر کے اپنے خیال میں کمزور احمدیوں کو احمدیت سے دور کرنا تھا۔ نوجوانوں میں بے چینی پیدا کرنی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ یہ ان ماؤں کے بیٹے ہیں جن کے خون میں، جن کے دودھ میں جان، مال، وقت، عزت کی قربانی کا عہد گردش کر رہا ہے۔ جن کے اپنے اندر عہدِ وفا نبھانے کا جوش ہے۔ دوسرے دشمن کا یہ خیال تھا کہ اس طرح اتنی بڑی قربانی کے نتیجے میں احمدی برداشت نہیں کر سکیں گے اور سڑکوں پر آ جائیں گے۔ توڑ پھوڑ ہو گی، جلوس نکلیں گے اور پھر حکومت اور انتظامیہ اپنی من مانی کرتے ہوئے جو چاہے احمدیوں سے سلوک کرے گی۔ اور اس ردّعمل کو باہر کی دنیا میں اچھال کر پھر احمدیوں کو بدنام کیا جائے گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ لیکن یہ نہیں جانتے کہ احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں اور یہ کبھی ایسا ردّعمل نہیں دکھا سکتے۔ جب یہ ردّعمل ان لوگوں نے نہیں دیکھا جو مخالفین کی توقع تھی اور پھر بیرونی دنیا نے بھی اس ظالمانہ حرکت پر شور مچایا اور میڈیا نے بھی ان کو ننگا کر دیا تو رات گئے حکومتی اداروں کو بھی خیال آ گیا کہ ان کی ہمدردی کی جائے اور اپنی شرمندگی مٹائی جائے۔ اور پھر ہمدردیوں کے بیان آنے لگ گئے۔

حضور نے فرمایا کہ حیرت ہے کہ ابھی تک ان لوگوں کو یہ نہیں پتہ چلا کہ احمدی کیا چیز ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ یہ ایک امام کی آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ یہ اس مسیح موعود کے ماننے والے لوگ ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا۔ جنہوں نے جانور طبع لوگوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا انسان بنایا تھا۔ پس اب جبکہ ہم درندگی کی حالتوں سے نکل کر باخدا انسان بننے کی طرف قدم بڑھانے والے ہیں، ہم کس طرح یہ توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں۔ جلوس اور قتل و غارت کا ردّعمل کس طرح ہم دکھا سکتے تھے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ ہم نے تو اپنا غم اور اپنا دکھ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا ہے

اوراس کی رضا پر راضی اوراس کے فیصلے کے انتظار میں ہیں۔

حضور نے معاندین احمدیت سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ یہ درندگی اور سفّا کی تمہیں مبارک ہو، جو خدا کے نام پر خدا کی مخلوق بلکہ خدا کے پیاروں کے خون کی ہولی کھیلنے والے ہو۔ عوام کو مذہب کے نام پر دوبارہ چودہ پندرہ سوسال پہلے والی بدّ وانہ زندگی میں لے جانے والے اوراس میں رہنے والے ہو۔

حضور نے فرمایا کہ کیا یہ تمہارے وہ عمل ہیں اس شریعت اور قرآن پر جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے؟ یقیناً نہیں۔ تم میرے آقا، ہاں وہ آقا جو محسنِ انسانیت تھا اور قیامت تک اس جیسا محسنِ انسانیت پیدا نہیں ہوسکتا اس محسنِ انسانیت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرنے والے ہو۔ ناموسِ رسالت کے نام پر میرے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے والے ہو۔ یقیناً قیامت کے دن لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ تم میں سے ایک ایک کو پکڑ کر تمہیں تمہارے بدانجام تک پہنچائے گا۔ ہمارا کام صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی اس پر کاربند رہے گا۔ یہ صبر کے نمونے جب دنیا نے دیکھے تو غیر بھی حیران ہو گئے۔ ان نمونوں کو دیکھ کر ظلم اور سفا کی پر اس ردعمل کا اظہار دیکھا تو غیروں نے نہ صرف ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ احمدیت کی طرف مائل بھی ہوئے بلکہ بیعت میں آنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ پس یہ ظلم جو تم نے ہمارے سے روا رکھا اس کا بدلہ اس دنیا میں ہمیں انعام کی صورت میں ملنا شروع ہو گیا۔

حضور نے شہداء اور ان کے عزیزوں کے صبر و رضا اور عزم اور حوصلہ کے دلوں پر گہرا اثر کرنے والے بعض نمونوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ایک ماں نے کہا کہ اپنی گود سے جواں سالہ بیٹا خدا کی گود میں رکھ دیا۔ جس کی امانت تھی اس کے سپرد کر دی۔ ہمارے مربی سلسلہ محمود احمد شاد صاحب نے ماڈل ٹاؤن میں اپنے فرض کو خوب نبھایا۔ خطبہ کے دوران دعاؤں اور استغفار، صبر اور درود پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ بعض قرآنی آیتیں بھی دہرائیں، دعائیں بھی دہرائیں اور درود شریف بھی بلند آواز سے دہرایا اور نعرۂ تکبیر بھی بلند کیا اور آپ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میرے چھوٹے بچے بھی جمعہ پڑھنے گئے تھے اور خدا نے انہیں اپنے فضل سے بچالیا۔ جب مسجد میں خون خرابہ ہو رہا تھا تو ہماری ہمسائیاں ٹی وی پر دیکھ کر بھاگی آئیں کہ رو دھو رہی ہوگی۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ ہمارا معاملہ تو خدا کے ساتھ تھا۔ مجھے بچوں کی کیا فکر ہے؟ ادھر تو سارے ہی ہمارے اپنے ہیں۔ اگر میرے بچے شہید ہو گئے تو خدا کے حضور مقرب ہوں گے اور اگر بچ گئے تو غازی ہوں گے۔

ایک ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اٹھارہ سال کا، باقی لڑکیاں ہیں۔میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا شہید ہو گیا۔ اور انتہائی صبر اور رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا۔

حضور نے بتایا کہ ایک دوست جو اس موقع پر موجود تھے اور زخمی بھی ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ایسا نظارہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔کوئی افراتفری نہیں تھی، کوئی ہراسانی نہیں تھی، کوئی خوف نہیں تھا۔ ہر ایک آرام سے اپنے اپنے کام کر رہا تھا۔اس وقت بھی جب دشمن گولیاں چلا رہا تھا جو بھی ہدایات انتظامیہ کی طرف سے دی جا رہی تھیں ان کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔

حضور نے فرمایا کہ پس یہ وہ لوگ ہیں، یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی جماعت میں پیدا کی ہیں۔قربانیوں کی عظیم مثال ہیں۔اس بات کی فکر نہیں کہ میرے بچوں کا کیا حال ہے؟ یا میرا بچہ شہید ہو گیا ہے۔ پوری جماعت کے لئے درد کے ساتھ دعائیں کر رہی ہیں یہ مائیں۔پس اے احمدی ماؤ! اس جذبے کو اور ان نیک اور پاک جذبات کو اور ان خیالات کو کبھی مرنے نہ دینا۔ جب تک یہ جذبات رہیں گے، جب تک یہ پُرعزم سوچیں رہیں گی، کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ ایک احمدی نے لکھا کہ میں ربوہ سے گیا تھا۔ایک نوجوان خادم کے ساتھ مل کر لاشیں اٹھاتا رہا تو سب سے آخر میں اس نے میرے ساتھ مل کر ایک لاش اٹھائی اور ایمبولینس تک پہنچا دی، اور اس کے بعد کہنے لگا کہ یہ میرے والد صاحب ہیں۔اور پھر یہ نہیں کہ اس ایمبولینس کے ساتھ چلا گیا بلکہ واپس مسجد میں چلا گیا اور اپنی ڈیوٹی جو اس کے سپرد تھی اسی کام میں مستعد ہو گیا۔

حضور نے فرمایا کہ یہ ہیں مسیح محمدی کے وہ عظیم لوگ جو اپنے جذبات کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ دشمن تو سمجھتا تھا کہ اس عمل سے احمدیوں کو کمزور کر دے گا۔ جماعت کی طاقت کو توڑ دے گا۔شہروں کے رہنے والے شاید اتنا ایمان نہیں رکھتے۔لیکن انہیں کیا پتہ ہے کہ یہ شہروں کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جن میں مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایمان کی حرارت بھر دی ہے جو دین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے ہر دم تیار ہیں۔ بے شک دنیا کے دھندوں میں بھی لگے ہوئے ہیں لیکن دنیا کے دھندے صرف مقصود نہیں ہیں۔ جب بھی دین کے لئے بلایا جاتا ہے تو لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ درندگی کے بجائے انسانیت کے علمبردار ہیں۔

حضور نے اس موقع پر مختلف ممالک کے افراد اور اداروں، حکومتوں کے نمائندوں کی طرف سے ہمدردی اور تعزیت کے پیغامات کے ملنے کا بھی ذکر فرمایا۔

حضور نے بتایا کہ کس طرح پاکستان میں دیواروں پر احمدیوں کے خلاف شرانگیز پوسٹر لگائے گئے ہیں اور انہیں واجب القتل کہا گیا ہے۔ یہانتک کہ ہائی کورٹ کے ججوں کے ناموں کی تختیوں کے نیچے بھی ایسی تحریریں موجود ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ پاکستان کے چیف جسٹس صاحب جو ذرا ذراسی بات پر خود نوٹس لیتے ہیں، تو یہ جو اتنا بڑا ظلم ہوا ہے اور یہ جو بینر لگے ہوئے ہیں اور جو پوسٹر لگے ہوئے ہیں اس پر ان کو خیال نہیں آیا کہ خود کوئی نوٹس لیں۔ کیا انصاف قائم کرنے کے معیار صرف اپنی پسند پر منحصر ہیں؟

حضور نے فرمایا کہ بے شک دنیا میں آج کل دہشتگردی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان میں اس کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔ لیکن احمدیوں کے خلاف دہشت گردی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ مونگ رسول کا واقعہ ہوا، وہاں بھی دہشت گردی ہوئی، وہاں کے جو دہشت گرد تھے پکڑے گئے تھے۔ وہ پاکستانی گلیوں میں آج بھی آزادی کے ساتھ پھر رہے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ ہمارا مولیٰ تو ہمارا اللہ ہے اور اس پر ہم توکل کرتے ہیں۔ وہی ہمارا معین و مددگار ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا رہے گا اور اپنی حفاظت کے حصار میں ہمیں رکھے گا۔ ان لوگوں سے آئندہ بھی کسی قسم کی خیر کی کوئی امید نہیں اور نہ کبھی ہم رکھیں گے۔ اس لئے احمدیوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کی دعا بہت پڑھیں۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِی کی دعا ضرور پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔ ثباتِ قدم کے لئے دعائیں کریں۔ ان لوگوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں، روئیں۔ ان دو مساجد میں جو ہمارے زخمی ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔

حضور نے فرمایا کہ احمدیوں نے پاکستان کے بنانے میں کردار ادا کیا تھا اور ان لوگوں سے بڑھ کر کیا تھا جو آج پاکستان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے ملک کی بقا کے لئے بھی دعا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے اور ان کے عبرتناک انجام کے لئے بھی دعا کریں جو ملک میں افراتفری اور فساد پھیلا رہے ہیں جنہوں نے ملک کا سکون برباد کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

حضور نے شہداء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمانِ اسلام اور احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دے دی ہیں اور

ان کہکشاؤں نے ہمارے لئے نئے راستے متعین کر دیئے۔ پس ہمارا کوئی بھی دشمن کبھی بھی اپنی مذموم اور قبیح کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ ان سب شہیدوں کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ہم بھی ہمیشہ استقامت کے ساتھ دین کی خاطر قربانیاں دیتے چلے جانے والوں میں سے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 11/جون تا 17/جون 2010ء صفحہ 2،16)

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حال ہی میں فرمودہ خطبہ عید الاضحیہ کے موقع پر فرمایا:۔

''پس آج احمدی ہیں جو گزشتہ ایک سو بیس سال سے جان و مال وقت اور عزت کے نذرانے پیش کرتے چلے جارہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ کبھی جان کی اس قربانی کو نہیں بھلا سکتی جو صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دی۔ باوجود کئی قسم کے لالچوں اور کئی دن کی سوچ و بچار کا موقع ملنے کے آپ نے انتہائی صبر و رضا کے ساتھ ظالموں کی پتھروں کی بارش میں اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہوئے جان کی قربانی دے دی۔ جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یقین کامل کا نمونہ شہزادہ مولوی عبداللطیف شہیدؓ نے دکھا دیا۔ جان دینے سے بڑھ کر کوئی امر نہیں ۔اور ایسی استقامت سے جان دینا صاف بتلا رہا ہے کہ انہوں ے مجھے آسمان سے اترتے دیکھ لیا۔ پھر آپ فرماتے ہیں: شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور دراصل میری جماعت ایک بڑے نمونے کی محتاج تھی۔ پس امام وقت نے جس کی قربانی کو ایک نمونہ قرار دے دیا وہ جمات احمدیہ کی تاریخ میں سے تو کبھی نہیں نکل سکتی۔ ہاں اس نمونے کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جماعت کے بعد میں آنے والے جو افراد ہیں وہ اپنی جان کے نذرانے معیار قربانی کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ضرور پیش کرتے ہیں اور کئے اور آج تک پیش کرتے چلے جارہے ہیں۔ یہ سال جو 2010ء کا سال ہے، اس میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کو دل کی گہرائیوں سے مانتے ہوئے آپ کے ماننے والوں میں سے 98 جانوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور یہ نذرانہ پیش کرتے ہوئے دنیا کو بتا دیا کہ جس معیار قربانی کو ہم قائم کرنے والے ہیں اس کی جڑیں اس روح سے سیراب ہو رہی ہیں جو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ میں پیدا کی تھی۔ پس جس کی جڑیں اتنی گہری ہوں بلکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی قربانیوں تک پہنچتی ہوں، ان جڑوں کو بھال دشمن کی مخالفانہ ہوائیں یا جھونکیں کس طرح ہلا سکتے ہیں؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ:

مسیح محمدی نے جو پودا لگایا تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کی شاخیں دنیا کے ہر برّ اعظم کے 198 مما لک میں پھیلی ہوئی ہیں ۔اس درخت کو بھلا یہ مخالفانہ ہوائیں کس طرح ہلا سکتی ہیں ۔ہم نے تو جماعت احمدیہ کی تاریخ میں یہی کچھ دیکھا کہ ہر مخالفت ہر قربانی پھل لاتی ہے اور پہلے سے بڑھ کر پھل لاتی ہے ۔اب تک کی جماعت کی قربانیوں کی تاریخ میں اس سال سے پہلے 74ء میں سب سے زیادہ شہادتیں ہوئیں تھیں ۔ غالباً تیس کے قریب تھیں ۔لیکن 74ء کے بعد جماعت کو جو وسعت ملی جس طرح جماعت پھیلی اس کی مثال پہلے نہیں تھی ۔ مالی لحاظ سے جن کو نقصان ہوئے ان کے مالی حالات پہلے سے بہت بہتر ہو گئے ۔اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی انتہا دیکھ کر خود ان قربانی کرنے والوں کو بھی حیرت تھی کہ خدا تعالیٰ کس طرح اپنی قدرت کے نشان دکھا رہا ہے ۔ پھر 84ء کا بدنام زمانہ آرڈیننس آیا جس میں 74ء کی اسمبلی کے فیصلے میں مزید سختیاں پیدا کیں ۔احمدیوں کی زندگیاں تنگ کر دی گئیں ۔ جیلوں سے احمدیوں کو بھرا گیا ۔اس ظالمانہ قانون کی وجہ سے جس کی انتہا یہاں تک تھی کہ احمدی دوسرے کو سلام بھی نہیں کر سکتا تھا، بلکہ نام بھی نہیں رکھ سکتے تھے ۔خلیفہ وقت کو پاکستان سے نکلنا پڑا تو اللہ تعالیٰ نے جماعت کی وسعت پیدا کرنے کے لئے وہ راستے کھولے جن کا پہلے تصور بھی نہیں تھا اور اس قانون کی وجہ سے ایک دنیا میں جماعت متعارف ہوئی ۔

اور پھر اس عرصے میں جماعت نے جو جان کی قربانی پیش کی ہے وہ کوئی معمولی قربانی نہیں ۔لیکن اللہ تعالیٰ کے بھی نوازنے کے رنگ ایسے ہیں کہ جس کے کوئی پیمانے نہیں ۔ دشمن کہتا ہے کہ باز آجاؤ اور احمدیت سے تائب ہو جاؤ ورنہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے ۔ یہاں تک کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ احمدیوں نے ان کے ظلموں کی وجہ سے جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے اور شہادت کا رتبہ بھی پایا ۔لیکن کسی ایک کے بھی قریبی عزیز نے کمزوری دکھاتے ہوئے دشمن کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے ۔ زندگی کی بھیک نہیں مانگی ۔ اپنی مالی نقصانات سے بچنے کی بھیک نہیں مانگی ۔صبر واستقامت کے وہ نمونے قائم کئے جو یقیناً سنہری حروف سے لکھے جانے والے ہیں ۔‘‘

حضور نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا کہ ان شہادتوں کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی مما لک میں ہزاروں بیعتیں ہوئی ہیں ۔الحمدللہ۔

ہفت روزہ بدر قادیان کے 10 مارچ کے اداریہ کا ایک حصہ آپ کی خدمت میں پیش ہے جو کہ حق وصداقت پر مبنی آواز ہے :۔

’’تاریخ احمدیت شاہد ہے کہ ہر آواز جو بارگاہ خلافت سے بلند ہوئی اسے شمع احمدیت کے پروانوں

نے کبھی زمین پر پڑنے نہیں دیا۔احمدیت کی 121 سالہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب کبھی خلیفہ وقت کی جانب سے جان کی قربانی کا مطالبہ ہوا یا مال کی قربانی کا۔ جائیداد وقف کرنے کی ندا آئی یا یارِ غیر میں نکل جانے کی صدا سنائی دی۔ مخلصین نے ہمیشہ اس پر لبیک کہا ہے۔ مجموعی طور پر اللہ کے فضل سے جماعت کے قدم روز بروز ترقی کی جانب گامزن ہیں۔ اور احمدی دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہے۔

لیکن ہماری منزل بہت دور، ہمارا مطمح نظر بھی بہت وسیع ہے۔ جس مقصد کے لئے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی بنیاد رکھی گئی اس کے حصول کے لئے ہمیں لگاتار اپنے خون سے اس قرنا کو بھرتے چلے جانا ہے۔ امام وقت کی ہر آواز ہمارے لئے ایک حکم ہے۔ اپنی جان مال، اولاد کو قربان کرتے ہوئے امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے چلے جانا ہی ہمارا اولین مطمح نظر ہونا چاہئے۔ الٰہی سنت ہے کہ جو موت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں انہیں اعلیٰ زندگی نصیب ہوتی ہے اور وہ اپنے آورش میں کامیاب ہوتے ہیں۔

ہمارا آورش اور ہمارا مطمح نظر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔

''ہر ایک حق پوش دجّال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حُجتِ قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اُس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اُس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لیے ساری ذلّتیں قبول نہ کرلیں۔

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اَب چاہتا ہے۔''

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد۳ صفحہ 10)

مبارک وہ مخلصین جو اس آواز پر لبیک کہیں گے کہ یہ آواز ہمیں زندگی کی طرف بلاتی ہے۔ ہماری تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے آباء واجداد نے اس آواز پر لبیک کہا اپنی جانیں واردیں اور خدا کی رضا کی ابدی چادر میں سو گئے۔ آج ہماری باری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں ادا کریں اور اسلام احمدیت کے لئے قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں۔

مبارک وہ لوگ جنہوں نے خدا کے حضور جانیں پیش کر دیں۔ مبارک وہ وجود جو دین کی خدمت کے لئے سراپا ڈوب گئے۔ مبارک وہ جو امام الزمان کی آواز پر لبیک کہیں گے۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان 10 مارچ 2011ء)

شہداء کی قربانیاں ہمارے ایمانوں میں اضافے کا موجب بن رہی ہیں:۔

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 31 دسمبر 2010ء کے موقع پر فرمایا کہ شہداء کی قربانیاں ہمارے ایمانوں میں اضافے کا موجب بن رہی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ ان قربانیوں کے نتیجے میں جماعت کو دوسرے ملکوں میں متعارف بھی کرا رہا ہے اور جماعت دن بدن مزید ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ کئی ممالک میں خصوصاً افریقین ممالک میں ہزارون کی تعداد میں لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے جس کثرت سے اس سال احمدیت کے خوبصورت پیغام کو دنیا کے امیر ملکوں میں بھی اور دنیا کے غریب ملکوں میں بھی متعارف کروانے کا سامان پیدا فرمایا ہے یہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور برکتون کا ہی نظارہ ہے۔ اس سال میں ان شہداء کی قربانیون نے جس طرح ہمیں اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے ہوئے اسلام کے خوبصورت اور پر امن پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع دیا ہے، اس کثرت سے جماعت کا تعارف اور اسلام کا پیغام پہلے کبھی نہیں پہنچا۔ مختلف ذرائع، مختلف میڈیا، چاہے وہ یورپ میں ہے، امریکہ میں ہے، افریقہ میں ہے، ایشیا میں ہے یہ سب دوسرے ذرائع اور میڈیا استعمال ہوئے۔ قومیں اپنے مقاصد میں قربانیاں دے کر ہی کامیاب ہوتی ہیں۔ یہ قربانیاں انشاء اللہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ نہیں جا رہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ احمدیت کا پیغام اور تعارف اسلام کی امن پسند تعلیم کا پیغام دنیا کے ہر کونے میں کثرت سے پہنچنا، یہ ان قربانیون کا ہی نتیجہ ہے اور یہ سلسلہ چلتا چلا جا رہا ہے۔ یقیناً یہ بات ان قربانیوں کی قبولیت کا ایک حصہ ہے، ایک جزو ہے اور آئندہ دنیا کے افق پر احمدیت کی جو فتوحات ابھر رہی ہیں، وہ اس سے بہت بڑھ کر انشاء اللہ تعالیٰ اس چمک کا نظارہ دکھانے والی ہیں۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان 10 مارچ 2011 صفحہ 4)

قربانیوں کے بعد جماعت کا قدم ترقی کی منازل کی طرف گامزن:۔

سال 2010ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطابات میں

مسلسل جماعت کو قربانیوں کی طرف توجہ دلائی۔ اوراس کے ساتھ ساتھ جماعت کے افراد کو ان پڑنے والی ذمہ داریں بھی یاد دلائیں کہ خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھائیں اور دردِ دل سے خدا کے حضور دعائیں کریں۔

اس جلسہ کی کارروائی اور حضور انور کے خطبات کا خلاصہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل نے اپنی کئی اشاعتوں میں بالاقساط شائع کیا ہے۔ 10 ستمبر تا 16 ستمبر 2010ء کی اشاعت میں ان ترقیات کا ذکر ہے جب کہ مخالفین احمدیت نے حکومت کے ساتھ مل کر جماعت کو ہر قدم پر ختم کرنے کی ٹھانی مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر ہی جماعت کو نصرت عطا فرمائی ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کی اس اشاعت کے صفحہ اول پر یہ ترقیات اس طرح درج ہیں:

ا۔ اس وقت تک دنیا کے 198 ممالک میں احمدیت کا پودا لگ چکا ہے۔ 1984ء کے بعد سے 107 نئے ممالک میں جماعت قائم ہوئی۔ اس سال تین نئے ممالک ترکمانستان، ڈامینیکا اور فیرو آئر لینڈ میں جماعت کا نفوذ ہوا۔

۲۔ امسال دنیا کے مختلف ممالک میں 516 نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

۳۔ 742 مقامات پر پہلی دفعہ احمدیت کا پودا لگا۔

۴۔ دنیا کے مختلف ممالک میں مساجد کی تعمیر و توسیع کا سلسلہ جاری ہے۔ امسال 115 مساجد نئی تعمیر ہوئیں جبکہ 179 مساجد بنی بنائی نمازیوں سمیت عطا ہوئیں۔

۵۔ دوران سال تبلیغی مراکز اور مشن ہاؤسز کی تعداد میں 87 کا اضافہ ہوا۔ اب تک 102 ممالک کے تبلیغی مراکز کی تعداد 2204 ہو چکی ہے۔

۶۔ پاکستان سمیت دنیا کے گیارہ ممالک میں جماعت کے پرنٹنگ پریس قائم ہیں۔

الفضل انٹرنیشنل کی 13 اگست تا 19 اگست کی اشاعت میں مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب کی رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں جلسہ سالانہ کے مزید کوائف اور جماعتی ترقی کی رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ مثلاً:

۷۔ اس سال جلسہ کی دو اور خصوصیات یہ ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطابات کا رواں ترجمہ 12 زبانوں میں کیا گیا۔ یاد رہے کہ یو این او (UNO) کی کارروائیوں کا ترجمہ صرف 6 زبانوں میں ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بفضلہٖ تعالیٰ جماعت احمدیہ زیادہ وسیع روحانی UNO کی بنیاد رکھ چکی ہے۔

امسال یو۔کے سمیت 95 ممالک سے احباب شریک ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ ممالک کے لحاظ سے گزشتہ سال سے گیارہ ممالک کا اضافہ تھا جو بجائے خود ایک نشان ہے۔ (صفحہ 2)

۸۔ الفضل انٹرنیشنل لندن کی اشاعت 17 ستمبر میں جماعت ترقی کی ایک جھلک یوں بیان ہوئی ہے۔ امسال پہلی بار گنی بساؤ کی زبان پرچگیز کریول میں قرآن مجید کے ترجمہ کی اشاعت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع

ہونے والے تراجم قرآن کریم کی تعداد 70 ہوگئی۔

۹۔امسال 568 مختلف کتب، پمفلٹس ،فولڈرز وغیرہ 28 زبانوں میں 38 لاکھ 30 ہزار 602 کی تعداد میں طبع ہوئے۔

۱۰۔امسال 626 نمائشوں اور بک سٹالز کے ذریعہ 21 لاکھ 99 ہزار 790 افراد تک اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔

۱۱۔ 521 اخبارات نے 761 جماعتی مضامین، آرٹیکلز اور خبریں وغیرہ شائع کیں۔

۱۲۔اس وقت مجلس نصرت جہان کے تحت افریقہ کے 12 مما لک میں 39 ہسپتال اور کلینک کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ 12 مما لک مین 656 تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں۔

۱۳۔ ہیومینٹی فرسٹ گزشتہ 16 سال سے دنیا کے 35 مما لک میں کام کر رہی ہے اس کے تحت اس سال 16 لاکھ 70 ہزار سے زائد افراد کو پینے کا پانی مہیا کیا گیا۔فری میڈیکل کیمپس کے ذریعہ 51140 افراد کو طبی سہولیات فراہم کی گئیں۔بینن میں یتامی کے لیے ایک عمارت تعمیر کی جارہی ہے۔ 31 ہزار افراد کو روزانہ کی بنیاد پر خوراک دی جارہی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 ستمبر 2010 صفحہ 1)

۱۴۔نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اضافہ ہو رہا ہے اب یہ تعداد ایک لاکھ 9 ہزار ہو چکی ہے۔

۱۵۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال 119 مما لک کی 407 قوموں سے تعلق رکھنے والے 4 لاکھ 58 ہزار 760 افراد بیعت کر کے جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہوئے۔

یہ ان ترقیات کی انتہائی مختصر سی ایک جھلک خاکسار نے پیش کی ہے جو سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے جلسہ سالانہ 2010ء کے دوسرے روز کے خطاب میں پیش فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور

بدبختی اُس کوجہنم تک پہنچائے گی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُس کے لئے اچھا تھا۔مگر وہ سب لوگ جواخیر تک صبر کریں گےاوراُن پرمصائب کے زلزلے آئیں گےاورحوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا اُن سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتح یاب ہوں گےاور برکتوں کے دروازے اُن پرکھولے جائیں گے۔‘‘

(الوصیت،روحانی خزائن جلد20 صفحہ 309)

حال ہی میں امسال انڈونیشیا میں جماعت پر ایک دلگداز سانحہ پیش آیا جو کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے لئے ایک سانحہ عظیمہ تھا۔اس کی تفصیل بھی حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ مؤرخہ 11 فروری 2011ء میں یوں بیان فرمائی۔آپ فرماتے ہیں:۔

’’گزشتہ دنوں انڈونیشیا میں درندگی اور سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مخالفین احمدیت نے جو تین احمدیوں کوراہ مولیٰ میں قربان کیا ہے۔اس سے ہر احمدی غمزدہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے خداتعالیٰ کی رضا پر راضی ہےاور یہی کہتے ہیں کہ یقیناً ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔جان و مال کی قربانیاں انڈونیشیا کا احمدی یا کسی بھی ملک کا احمدی دے رہا ہو، جو مومنانہ شان کا مظاہرہ کرنے کی روح حضرت مسیح موعودؑ نے ایک احمدی کے دل میں پھونک دی ہے وہ ہر جگہ کے رہنے والے احمدی میں ایک قدر مشترک ہے۔

حضورانور نے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انڈونیشیا کے احمدیوں کووقتاً فوقتاً پہلے بھی دھمکیاں مل رہی تھیں لیکن ایمان کی دولت سے مالا مال ان لوگوں نے ان دھمکیوں کی ذراسی بھی پرواہ نہیں کی۔یہ چھوٹی سی جماعت ہے جہاں یہ واقعہ ہوا ہے۔ظالموں نے نہایت ظالمانہ،سفاکانہ اور بہیمانہ طریق پر پولیس کے سامنے تین احمدیوں کوراہ مولیٰ میں قربان جبکہ پانچ کو زخمی کیا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت کی ایمانی حالت اسی طرح مضبوط ہے بلکہ زیادہ مضبوط ہے۔فرمایا کہ ایسے ظالمانہ طور پر لاشوں کی بے حرمتی کی گئی کہ لاشیں پہچانی نہ جاتی تھیں۔ملکی پریس نے بھی اس کی خبریں دیں اور ویڈیوں دکھانے سے اس لئے انکار کردیا کہ یہ انسانیت سوز مناظر ہم نہیں دکھا سکتے اور بڑی سختی سے اس عمل اور حرکت کورد کیا نیز حکومت کواس طرف توجہ دلائی۔حضورانور نے میڈیا کے اس عمل کو سراہا۔

حضورانور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت انڈونیشیا میں کوئی نئی نہیں ہے بلکہ انڈونیشیا میں جماعت کے قیام سے ہی یہ مخالفت رہی ہے۔حضورانور نے انڈونیشیامین احمدیت کے نفوذ،جماعت کے قیام اور مشکلات کی مختصر تاریخ بیان کی اور پھر مخالفت اور ظلموں کا بھی ذکر کیا نیز انڈونیشیا کے بنانے میں

جماعت احمدیہ کا کردار اور خدمات کا بھی تذکرہ فرمایا۔حضور انور نے فرمایا کہ انڈونیشیا کی ملکی آزادی میں احمدیوں کا خون بھی شامل ہے۔ ملک کی خاطر جانی قربانیاں بھی دیں مگر شدت پسند گروہوں نے اپنے ظلموں کی داستانیں بھی ساتھ ساتھ جاری رکھیں۔حضور انور نے بعض پرانے شہداء احمدیت انڈونیشیا کے ایمانوں کی مضبوطی اور احمدیت پر ثبات قدم اور استقامت دکھانے والوں کا ذکر فرمایا۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 15 فروری 2011 صفحہ 1)

اپنے اس خطبہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سانحہ عظیمہ کے موقع پر احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''پس دعاؤں اور صبر کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھتا چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی طاقت بھی عطا فرمائے اور شریر لوگوں کا خاتمہ فرمائے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور دشمنوں کی پکڑ کرے۔ ہمارے مخالفین کی ہمارے سے کوئی ذاتی دشمنی تو ہے نہیں، یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی ہی کی وجہ سے ہو رہا ہے جو ہم احمدیوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔اس کی اب ہر جگہ انتہا ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمن کو عبرت کا نشان بنائے اور جن کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقدر نہیں ہے ان کے جلد پکڑ کے سامان بنائے۔

جو زخمی ہیں ان کے لئے بھی دعا کریں، اللہ تعالیٰ انہیں جلد شفا عطا فرمائے۔ تین زخمی ابھی ہسپتال میں ہیں جبکہ دو فارغ کر دیے گئے ہیں جن کی صحت ٹھیک ہے اللہ کے فضل سے۔

انڈونیشین احمدیوں کو بھی میں خاص طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمام احمدیوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ مجھے مختلف خطوط آرہے ہیں جن میں آپ لوگوں کے لئے فکر اور پریشانی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہ ظلم کے نظارے جو وہاں دکھائے گئے ہیں مختلف ویب سائٹس وغیرہ پر، اس نے ہر احمدی کو ایک درد اور تڑپ میں مبتلا کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ہر شر سے آئندہ ہر احمدی کو بچائے اور دشمن کے منصوبے انہی پر لوٹا دے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 25 فروری تا 3 مارچ 2011)

مخالفین احمدیت نے جس سنگدلی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا اور انتہائی درندگی دکھاتے ہوئے نعشوں کی بے حرمتی کی یہ انسانیت سوز سلوک دلوں پر لرزہ طاری کرنے والا ہے۔لیکن چونکہ جماعت احمدیہ کے افراد ایک آسمانی نظام کے تحت ایک امام کی پیروی کرنے والے اور حبل اللہ کو تھامے ہوئے ہیں جس نے انہیں صبر اور دعاؤں کی تلقین فرمائی ہے جس کے

نتیجہ میں ہر ایک شخص کے اندر غم کی اور تکلیف کی لہر دوڑ نا ایک قدرتی امر ہے۔ پس احباب جماعت احمدیہ نے خواہ وہ دنیا کے کسی خطے، کسی کونے، کسی ملک اور کوئی سی زبان بولنے والے تھے سب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں صبر اور دعاؤں کی طرف توجہ دی، اور انشاءاللہ جماعت کے افراد کا یہ صبر اور یہ دعائیں انڈونیشیا میں بھی اور دنیا کے دیگر مما لک میں بھی جماعت کی ترقی کا موجب ہوں گی۔

خونِ شہیدانِ امت کا اے کم نظر، رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے، پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی
یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا، پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا
تیری آواز اے دشمن بدنوا، دو قدم دور دو تین پل جائے گی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُرآب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ .... اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دُعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے...... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اَور۔ .... خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو۔‘‘

(اربعین روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 400)